ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
13
www.tanzeem.org
6 تا 12 ربیع الثانی 1431ھ/23 تا 29 مارچ 2010ء

اس شمارے میں

قرارداد پاکستان کا اصل تقاضا

نزول میزان کا مقصد: قیام عدل

عظیم ترین صلیبی جنگ
بانی تنظیم اسلامی کی پریس کانفرنس

......اللہ نے بچالیا

نائن الیون کمیشن دھوکا تھا

اسلام کے قانون تعدد ازدواج سے بغاوت

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

نوع انسانی کی احتیاج

اندرونی تضادات میں الجھی ہوئی، اقتصادی مشکلات میں پھنسی ہوئی، جنگی جنون میں مبتلا، آمادۂ فساد و جنگ، کالوں اور گوروں میں بٹی ہوئی، مشرق اور مغرب میں منقسم، دو عالمی جنگوں کی ماری ہوئی اور تیسری ایٹمی جنگ کے خوف میں گرفتار دنیا کو حضور رسالت مآب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اس عظیم الشان انقلاب کے ذریعے سہارا دینے کی ضرورت ہے جس نے آدمی کو جوہر آدمیت اور انسان کو شرف انسانیت سے نواز کر ہر قسم کے خوف، حزن، ابتلاء، استحصال اور افتراق سے آزاد کر دیا تھا۔

یہ کام دم کٹی فرقہ واریت کے نہ کرنے کا ہے، نہ کر سکتی ہے۔ یہ کام ان شاہین صفت اور خود آشنا نوجوانوں کا ہے جو فولاد کے اعصاب اور چیتے کا جگر رکھتے اور طوفانوں سے ٹکر لے سکتے ہوں، جن کا سرمایۂ حیات کل کا کل عشقِ رسول ﷺ ہو اور جن کا مقصد زیست فقط انقلابِ محمدی ﷺ کا فروغ ہو!

وہ آئے اور آئے بھی قرآں لئے ہوئے
تنظیم کائنات کا ساماں لیے ہوئے
اترا حرا کے غار سے وہ نازش مسیح
سارے جہاں کے درد کا درماں لیے ہوئے

وحدت ملی
صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

سورۃ الانفال

(آیت:42)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ط وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ لا وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۴۲)﴾

”جس وقت (تم مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر بعید کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا) تھا اور اگر تم (جنگ کے لئے) آپس میں قرارداد کر لیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم وتاخیر ہو جاتی۔ لیکن اللہ کو منظور تھا کہ جو کام ہو کر رہنے والا تھا اُسے کر ہی ڈالے۔ تاکہ جو مرے بصیرت پر (یعنی یقین جان کر) مرے اور جو جیتا رہے وہ بھی بصیرت پر (یعنی حق پہچان کر) جیتا رہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔“

جس وادی میں بدر واقع ہے، یہ ایک گھاٹی سی ہے جو دونوں کناروں پر تو بہت تنگ ہے لیکن درمیان میں بہت کھل کر میدان بن جاتا ہے۔ اس کا ایک سرا شمال (شام) کی طرف نکل جاتا ہے۔ دوسرا سرا جنوب کی طرف ہے جو مکے کو جاتا ہے۔ مشرقی سرا مدینہ کی طرف آ رہا ہے۔ پہلے اکثر و بیشتر حاجی اسی راستے سے جاتے تھے۔ اب تو جدید عمدہ سڑک بن گئی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو ان مقامات سے گزرنے کا موقع نہیں ملتا۔

غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی تدبیر ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی مدینے والے سرے کے قریب عین وقت پر پہنچ گئے جبکہ بالکل اُسی وقت دور والے سرے پر جہاں گھاٹی ختم ہو رہی تھی، قریش بھی پہنچ گئے۔ اسی کا نقشہ یہاں کھینچا جا رہا ہے کہ جب تم قریبی کنارے پر تھے (ادنیٰ کا معنی ہے قریب تر) اور وہ (لشکر قریش) دور کے کنارے پر تھا اور تجارتی قافلہ تم سے نیچے تھا۔ بدر کی وادی کے بعد پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا اور اُس کے بعد تہامہ کا میدان تھا۔ ابوسفیان نے اگرچہ قافلے کی حفاظت کے لیے مکہ والوں کو پیغام بھیج دیا تھا مگر پھر بھی وہ راستہ بدل کر بدر کی گھاٹی میں داخل ہوئے بغیر تہامہ کے میدان سے ساحل کے ساتھ ساتھ ہو کر نکل گیا۔

اے اہل ایمان، اگر تمہارا وہاں پہنچنے کا وقت پہلے سے معین ہوتا تو اُس میں ضرور آگا پیچھا ہو جاتا، جس طرح کہ عام طور پر ہو جاتا ہے کہ دو افراد ایک جگہ پہنچنے کا وقت مقرر کر لیں تو وہاں دونوں کے پہنچنے کے وقت ضرور تھوڑا بہت فرق ہو جاتا ہے لیکن اللہ کی مشیت یہ تھی کہ دونوں لشکر پہنچنے میں ذرا بھی آگے پیچھے نہ ہوں، کیونکہ اللہ چاہتا تھا کہ یہ ٹکراؤ ہو جائے۔ اہل مکہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کس کے ساتھ ہے اور عوام الناس کو بھی یہ پتہ چل جائے۔ یہ اس لیے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ وہ شے طے کر دے جو ہو کر رہنی ہے، تاکہ اب جسے ہلاک ہونا ہے وہ بات واضح ہونے کے بعد ہلاک ہو۔ اگر عوام کی آنکھیں اب بھی نہیں کھلتیں تو پھر سارا الزام خود ان پر ہے۔ اُن کے سرداروں نے جو انہیں بیوقوف بنایا تھا، وہ اُن کے سامنے واضح ہو چکا۔ اب جسے جینا ہے وہ بھی سیدھے راستے پر آ کر حیات معنوی حاصل کر لے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

راہِ خدا میں نکلنے کا اجر

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَغَدْوَةٌ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا))

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ایک صبح کو راہ خدا میں نکلنا یا ایک شام کو نکلنا، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“

تشریح: راہ خدا میں تھوڑے سے وقت کے لیے نکلنا بھی اللہ کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اور یقین کرنا چاہیے کہ آخرت میں اس کا جو اجر ملے گا اس کے مقابلہ میں یہ ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، ہیچ ہے۔ دنیا و مافیہا فانی ہے اور وہ اجر لافانی ہے۔

ادا ریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قراردادِ پاکستان کا اصل تقاضا

آل انڈیا مسلم لیگ اگر چہ 1906ء میں قائم ہوگئی تھی مگر ایک طویل عرصہ تک وہ عام مسلمان کی توجہ حاصل نہ کر سکی۔ 1930ء میں مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں علامہ اقبال نے اپنے صدارتی خطبہ میں ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلم ریاست کے قیام کی پُر زور انداز میں پیشین گوئی کی اور اسے تقدیر مبرم قرار دیا۔ گویا علامہ مصورِ پاکستان ہی نہیں، مبشرِ پاکستان بھی تھے۔ اپنے اس خواب کی عملی تعبیر کے لئے ان کی عقابی نگاہ محمد علی جناح پر پڑی۔ چنانچہ لندن میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے دوران انہوں نے محمد علی جناح کو قائل کیا کہ وہ ہندوستان آ کر مسلم لیگ کی قیادت سنبھالیں اور مسلمانانِ ہند کو اسلام کے نام پر مجتمع کریں، تا کہ ایک آزاد مسلم ریاست کا قیام ممکن ہو۔

حیرت کی بات ہے کہ 23/ مارچ 1940ء کو منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں پیش ہونے والی قراردادِ لاہور میں پاکستان کا نام بھی استعمال نہیں ہوا تھا، لیکن اگلے روز متعصب ہندو پریس نے اس قرارداد کو طنزاً قراردادِ پاکستان کہا۔ مسلم لیگ نے اچک کر اسے قراردادِ پاکستان کے نام سے اپنا لیا اور قیام پاکستان کے لئے اپنی جدوجہد کا آغاز باقاعدہ اور منظّم انداز میں شروع کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ دشمن ہندو نے بے ساختگی سے اسے قراردادِ پاکستان کیوں کہہ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد علی جناح نے ہندوستان آ کر بقول شخصے اسلام کی اتنی زوردار قوالی کی کہ مسلمانانِ ہند کو ''حال'' آ گیا اور اگرچہ 23/ مارچ کی قرارداد میں مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے، لیکن عوامی سطح پر ایک آزاد اسلامی ریاست کی فضا بنتی نظر آنے لگی۔ اس قرارداد سے پہلے محمد علی جناح کی درجنوں تقاریر میں ریاستی اسلام کا بکثرت ذکر آتا ہے۔ 11/ جنوری 1938ء کو گیا ریلوے اسٹیشن (بہار) میں تقریر کرتے ہوئے مسلم لیگ کے جھنڈے کو اسلام کا جھنڈا قرار دیا۔ 22/ جون 1938ء کو اپنی ایک تقریر میں کسی ریاست کے لئے اسلامی قانون کو دنیا کا بہترین قانون قرار دیا۔ 9/ نومبر 1939ء کو مغربی جمہوریت کے نقائص بیان کئے اور پھر چند دن بعد انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کے حوالہ سے خلافت کے نظام کی طرف واضح اشارہ دیا یعنی 23/ مارچ 1940ء سے پہلے ہی ایسا ماحول بن چکا تھا کہ مسلمانوں کی جو ایک ریاست یا ایک سے زائد ریاستیں وجود میں آئیں، ان کا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام ہوگا۔ اس بارے میں دوسری کوئی رائے بالفعل موجود ہی نہ تھی۔ لیکن ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ اس وقت لگا جب 23/ مارچ کی قرارداد میں ترمیم کر کے Muslim States کا "s" کاٹ کر Muslim State کیا گیا اور یہی علامہ کا حقیقی خواب تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے اسلامی ریاست کا تصور پیش کرتے ہوئے واشگاف اعلان کیا تھا ''اسلام کے لئے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے تحت اس پر جو پردے پڑ گئے تھے، ان سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور اپنے قوانین، تعلیمات اور ثقافت کو اپنی اصل روح کے ساتھ روحِ عصر سے ہم آہنگ کر سکے''۔ خطبہ الٰہ آباد میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی ریاست کے قیام کی صورت میں ہمیں موقع مل جائے گا کہ عرب دورِ ملوکیت میں اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — شمارہ 13
6 تا 12 ربیع الثانی 1431ھ
23 تا 29 مارچ 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اسلام کا روشن چہرہ لوگوں کو دکھا سکیں۔ ظاہر ہے کہ علامہ کا اشارہ خلافتِ راشدہ کے دور کے اسلام کی طرف تھا۔ ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے اگر کوئی قائداعظم کی 11/اگست 1947ء کی تقریر کے ایک جملے کو اچک کر یہ کہنا شروع کر دے کہ قائداعظم پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے تو اسے بددیانت دانشوری کی بدترین مثال کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

جنوری 1948ء میں اپنی ایک تقریر میں قائداعظم نے ان لوگوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا جوان کی گفتگو کو غلط معنی پہنا کر شرعی قوانین کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے تھے۔ 11/ستمبر 1988ء کو روزنامہ جنگ نے قائداعظم کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ کی یادداشتوں کا ایک اقتباس شائع کیا تھا جو اس حوالہ سے قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے کہ قائداعظم پاکستان میں کیسا نظام چاہتے تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے کہا ’’تم جانتے ہو جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسولِؐ خدا کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے‘‘۔

قارئین کرام! اگر ہم پاکستانی! نظامِ خلافت کو پاکستان میں رائج نہیں کرتے یا رائج کرنے کے لئے اپنے تن من دھن نچھاور نہیں کرتے تو گویا ہم اللہ اور رسول کے مجرم ہیں اور محمد علی جناح کو بھی اپنا سیاسی قائد کہنے کا حق نہیں رکھتے۔ بعض لوگ یہ اعتراض وارد کرتے ہیں کہ دنیا میں پچاس سے زائد اسلامی ملک ہیں لیکن نظام خلافت قائم نہ کرنے کے مجرم صرف ہم ہی کیوں ٹھہریں گے۔ انہیں یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ پاکستان دنیا کا واحد اسلامی ملک ہے، جو اسلام کے نعرہ پر معرض وجود میں آیا۔ اللہ رب العزت نے اس ہندوستان کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ہمیں اسلامی ریاست کے قیام کے لئے معجزہ کے طور پر عطا کیا، جسے ہندو گاؤ ماتا سے بھی زیادہ مقدس مانتا تھا اور باپو گاندھی کہتا تھا کہ ہندوستان کی تقسیم میری لاش پر ہوگی۔

اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس پاکستان میں اللہ سے کئے گئے وعدہ کے مطابق نظام خلافت قائم کرسکیں۔

☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

- رفیق تنظیم علامہ اقبال ٹاؤن لاہور شاہد منور کے والد شدید بیمار ہیں اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

پریس ریلیز 14/مارچ 2010ء

اسلام کی نشاۃ ثانیہ بہت قریب ہے

نفاذ اسلام کی پُرخلوص جدوجہد میں آزمائش شرط ہے جس کے بعد اللہ کی مدد لازمی آتی ہے

پاکستان میں اسلامی نظام الیکشن، وعظ ونصیحت اور محض تبلیغ اور دعاؤں سے نہیں بلکہ حضور ﷺ کی انقلابی جدوجہد اپنانے سے ممکن ہے

خطبات سیرت النبیؐ کے حوالے سے بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خصوصی لیکچر

نفاذ اسلام کی پُرخلوص جدوجہد میں آزمائش شرط ہے اور اس کے بعد اللہ کی مدد لازمی آتی ہے۔ باطل سے ٹکراؤ کے بغیر اسلامی انقلاب ممکن نہیں۔ پاکستان میں اسلامی نظام الیکشن، وعظ نصیحت اور محض تبلیغ اور دعاؤں سے نہیں، بلکہ حضور ﷺ کی انقلابی جدوجہد اپنانے سے ممکن ہے۔ ان خیالات کا اظہار بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں خطباتِ سیرت النبی ﷺ کے سلسلے میں آخری لیکچر میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ بہت قریب ہے اور غلبۂ دین کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں فرما دیا تھا۔ حضور ﷺ کی قوت ارادی کو ختم کرنے کے لیے قریش مکہ نے مظالم کی انتہا کردی، جس سے حضور ﷺ کو عوامی ہمدردی حاصل ہوئی۔ حضور ﷺ نے مدنی زندگی کے پہلے چھ ماہ میں مسجد نبوی کی تعمیر، مسلمانوں کے مابین مواخات اور قبائل سے دفاعی معاہدے کیے، پھر حق و باطل کے مابین کئی سال پر محیط غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔ فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ نے عالمی رہنماؤں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔ نبی کریم ﷺ نے فریضۂ رسالت ادا کر کے اب تا قیامت دین کی تبلیغ کی ذمہ داری امت کے سپرد کردی۔ انہوں نے کہا کہ بندۂ مومن کے لیے جہاد فی سبیل اللہ میں فتح و شکست کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ اُس کے پیش نظر فرض کی ادائیگی ہوتی ہے۔ پوری دنیا تک قرآن کی دعوت پہنچانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

استحصالی نظام کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس میں لوگوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی رک جاتی ہے
انہیں آخرت کا ہوش ہی نہیں رہتا اور یہی شیطان کی سب سے بڑی کامیابی ہے

نزولِ میزان کا اصل مقصد: قیامِ عدل (ii)

سورۃ الحدید کی آیت 25 کی روشنی میں

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 5 مارچ 2010ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الحدید آیت 25 اور سورۃ الصف آیت 9 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

برادرانِ اسلام! گزشتہ دو ماہ سے اِن اجتماعات جمعہ میں سورۃ الحدید ہمارے زیرِ مطالعہ ہے۔ پچھلی نشست میں اس کی آیات 17 تا 25 پر گفتگو ہوئی تھی۔ آج کی نشست میں ایک مرتبہ پھر آیت 25 پر قدرے مفصل بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ

سورۃ الحدید کی محولہ بالا آیت (25) کو آیاتِ قرآنی میں امتیازی مقام حاصل ہے۔ بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا کہنا ہے کہ یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی انقلابی آیت ہے۔ اس لیے کہ اس میں بتایا گیا کہ اللہ نے لوہا اتارا ہے، جس میں بڑی جنگی قوت ہے۔ اس میں جہاد و قتال کے حوالے سے کھلا پیغام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دینِ حق اور میزان عدل کے قیام کے راستے میں رکاوٹ بنیں، لوہے اور اسلحہ کی قوت سے اُن کا قلع قمع کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہر دور کے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے انبیاء و رسل بھیجتا رہا ہے۔ نبوت و رسالت کے حوالے سے قرآن مجید کی دو آیات بڑی عظیم ہیں۔ ایک آیت تو سورۃ النساء کی ہے۔ یہ آیت 165 ہے۔ اس میں رسولوں کی دو حیثیتوں کا تذکرہ ہے۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴾

”(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے بھیجے گئے رسول دو کام کرتے رہے ہیں۔ ایک تو وہ لوگوں کو بشارت دیتے تھے کہ اگر تم اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلو گے تو پھر تمہارے لیے خیر و بھلائی اور ابدی کامیابی ہے۔ دوسرے وہ لوگوں کو بُرے انجام سے خبردار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خیر و شر کے انتخاب کی آزادی دی ہے۔ اللہ کے رسول انہیں بتاتے کہ اگر تم اللہ کے راستے کو چھوڑ کر شیطان کے راستے پر چلو گے، نیکی اور بھلائی کی بجائے شر اور برائی کا انتخاب کرو گے تو تمہیں بہت بھیانک انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لوگوں کو رسولوں کے ذریعے تبشیر و انذار اس لیے کروائی گئی، تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد اللہ کے سزا دینے کے معاملے میں اُن کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ روزِ محشر لوگوں کا مواخذہ کرے گا۔ اُس روز دنیا کی امتحان گاہ کے نتائج کا اعلان ہوگا۔ وہ لوگ جو کامیاب قرار پائیں گے، اُن کے دائیں ہاتھ میں اُن کا اعمال نامہ دیا جائے گا، اور جو ناکام و نامراد ہوں گے، اعمال نامہ اُن کے بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا۔ اُس دن کی ناکامی اصل اور حقیقی ناکامی ہوگی، جس کی کوئی تلافی نہ ہوسکے گی۔ جو لوگ وہاں ناکام ہوگئے وہ کف افسوس ملیں گے کہ اے کاش ہم نے دنیا کی حیات چند روزہ اللہ کے دیئے گئے ضابطۂ حیات کے مطابق گزاری ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ نبی اور رسول نہ بھیجتا تو یہ لوگ اُس روز کہہ سکتے ہیں کہ پروردگار، جس امتحان زندگی میں تو نے ہمیں ڈالا تھا، ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ اُس میں کامیابی کا راستہ کیا ہے۔ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی ملی ہی نہیں۔ اللہ کے نبی اور رسول انسانوں کے لیے خدائی ہدایات واضح کرتے رہے، اُن پر خیر و شر، حلال و حرام اور نیکی بدی کو کھول کر بیان کرتے رہے۔ چنانچہ اُن کے آنے کے بعد اب روزِ قیامت کسی کے پاس یہ عذر نہ رہے گا کہ ہمیں صراطِ مستقیم سے آگاہی نہیں ہوئی۔ یہ اتمام حجت ہے، جو اللہ کی طرف سے لوگوں پر رسولوں کے ذریعے کی جاتی رہی ہے۔ قرآن مجید میں یہ مضمون کئی مقامات پر آیا ہے کہ جب میدان حشر میں لوگوں کو محاسبہ کے لیے جمع کیا جائے گا تو سب سے پہلے ہر قوم میں سے اُن کے رسول کو کھڑا کیا جائے گا جو آکر یہ گواہی دیں گے کہ پروردگار، میرے پاس جو تیرا پیغام ہدایت آیا تھا، میں نے تیرے بندوں تک پہنچا دیا تھا، پھر اس کے بعد محاسبہ شروع ہوگا۔

نبوت و رسالت کے سلسلے میں دوسری عظیم آیت سورۃ الحدید کی زیرِ بحث آیت (25) ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صرف اس لیے نہیں آتے رہے کہ لوگوں تک حق بات پہنچا دی جائے، بلکہ اُن کی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ اللہ کے دین کو غالب کیا جائے، اور لوگوں کو عدل و انصاف پر قائم کر دیا جائے۔ فرمایا:

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ﴾

”ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا“

جو بھی رسول آتا ہے، وہ اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر ایک تو اپنے کردار کو پیش کرتا ہے، کہ دیکھو میں نے تمہارے درمیان عمر گزاری ہے۔ میرا کردار، میری سیرت، میرے اخلاق اور معاملات تمہارے سامنے ہیں۔ اگر تم اس حوالے سے مجھ سے مطمئن ہو تو میرے دعویٰ رسالت کو تسلیم کرو۔ چنانچہ اُس کی دعوت کے حق ہونے پر لوگوں کا دل گواہی دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے مخصوص مفادات اور تعصبات کی وجہ سے وہ رسول کی دعوت کو ماننے سے انکار کر دیں۔ جیسا کہ ابوجہل کے بارے میں آتا ہے، وہ کہتا تھا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) جھوٹے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اُن کے قبیلے سے ہمارا مقابلہ چلا آ رہا ہے۔ اگر ہم محمد (ﷺ) کی رسالت کو مان لیں تو ہم

زبردست آجائیں گے اور انہیں (ﷺ) بالادستی حاصل ہو جائے گی اور یہ ہمیں گوارا نہیں۔ اپنے کردار کے پیش کرنے کے ساتھ اللہ کے رسول معجزات اور کھلی نشانیاں بھی اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے تھے۔ تاکہ اُن لوگوں پر اتمام حجت ہو سکے، جو اس دعوت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ چنانچہ رسولوں کو مختلف معجزات دیئے گئے، جو اپنے اپنے دور کے تقاضوں سے مطابقت رکھتے تھے۔

﴿وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ﴾

''اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل)''

رسولوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ دو چیزیں نازل کرتا رہا ہے۔ ایک کتاب یعنی انسانی ہدایت کے لیے وحی ربانی ہے۔ اس ہدایت کا آخری اور کامل ترین ایڈیشن قرآن حکیم ہے۔ یہ ''الھدیٰ'' ہے۔ دوسری چیز ''میزان'' ہے۔ میزان ''عدل'' کی علامت ہے۔ اسی کے لیے دین حق کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اس سے مراد نظام عدل اجتماعی ہے۔ یہ سسٹم آف سوشل جسٹس ہے۔

﴿لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ﴾

''تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں''

یہ میزان کس لیے دی گئی؟ یہ نظام کیوں عطا کیا گیا؟ اس لیے کہ اُسے قائم کیا جائے، تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں، امن و چین سے زندگی بسر کریں، ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کر سکیں۔ ہر طرف امن و خوشحالی کا دور دورہ ہو۔ ایک ایسی مثبت فضا اور صحت مند ماحول وجود میں آئے جس میں لوگ بآسانی راہ ہدایت کی طرف آسکیں۔ اُن میں موجود ملکوتی صفات اور رجحانات اجاگر ہوں، اور وہ اپنی آخرت سنوارنے کی طرف توجہ اور دھیان دے سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ چوبیس گھنٹے غم روزگار میں مبتلا ہوں اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے کولہو کے بیل بن کر رہ جائیں۔ ایک استحصالی نظام، جہاں لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہوں، وہ خوراک، لباس، تعلیم اور علاج معالجہ کی سہولیات سے محروم ہوں، دین کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ایسے نظام اور سماج میں لوگوں کا حقیقی مستقبل (آخرت) برباد ہو رہا ہوتا ہے۔ اس نظام میں شیطنت کو فروغ ملتا ہے۔ جرائم میں اضافہ ہوتا ہے۔ دین سے دوری بلکہ بےزاری بڑھتی ہے اور امتحان زندگانی میں ناکامی کے امکانات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ استحصالی نظام میں جو چیز بنتی ہے، وہ شر و فساد اور بدی و منکرات ہیں۔ بدی کا ماحول اور شیطانی فضا اس نظام کے لیے بہت سازگار ہوتے ہیں۔ دراصل جب عدل و انصاف نہ ہو، نظام استحصالی ہو تو انسان نارمل زندگی نہیں گزار رہا ہوتا ہے۔ وہ ایک نارمل انسان کی طرح سوچ نہیں سکتا۔ اُس کے اندر انتقامی جذبات پروان چڑھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ شرف انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے یہ بات فرمائی ہے کہ اگر معاشی طور پر استحصالی نظام موجود ہو تو یہ گویا دو دھاری تلوار ہے۔ ایک طرف اس کے نتیجے میں دولت اور سرمایے کا ارتکاز ہوتا ہے۔ دوسری طرف محرومیاں بڑھتی ہیں۔ جنہیں زیادہ ملتا ہے، انہیں دولت کا ہیضہ ہو جاتا ہے۔ وہ انسان نہیں رہتے۔ وہ مزید مال کھینچنے کے لیے غریبوں کا خون چوسنے کے عادی ہو جاتے ہیں، اور درندے اور بھیڑیے بن جاتے ہیں۔ انہیں کسی غریب پر ترس نہیں آتا۔ کسی مفلوک الحال کو دیکھ کر اُن کا دل نہیں پسیجتا۔ جن کا استحصال کیا جا رہا ہوتا ہے، وہ بےچارے بھی انسان نہیں رہتے۔ وہ بھی حیوانات کی مانند ہو جاتے ہیں۔ اُن کا کام صرف محنت مزدوری ہوتا ہے۔ مگر اس سے انہیں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں آتی۔ وہ آخرت کی نجات و کامیابی کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔ گویا استحصالی نظام کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس میں لوگوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی رک جاتی ہے۔ انہیں آخرت کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ اور یہی شیطان کی سب سے بڑی

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے بیانات کی پریس ریلیز

ریاستی دہشت گردی غیر ریاستی عناصر کو دہشت گردی کی طرف راغب کرتی ہے
ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر نوع کی دہشت گردی مکمل طور پر ختم کی جائے

پرتشدد کارروائیاں کسی جانب سے بھی ہوں، قابل مذمت ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ معصوم اور بے گناہ لوگوں کی جانوں سے کھیلنا کسی صورت بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ سیاستدان ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور ناجائز مراعات سمیٹنے میں مصروف ہیں۔ عوام کی حفاظت ان کی ترجیح میں ہی شامل نہیں۔ علاوہ ازیں سیکیورٹی کے تمام ذرائع اور وسائل انہوں نے اپنے لیے وقف کر لیے ہیں اور عوام کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ایسی پالیسیاں ترتیب دے جس سے دہشت گردی کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ریاستی دہشت گردی غیر ریاستی عناصر کو دہشت گردی کی طرف راغب کرتی ہے۔ لہٰذا ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر نوع کی دہشت گردی مکمل طور پر ختم کی جائے۔ (پریس ریلیز: 13 مارچ 2010ء)

شہباز شریف نے طالبان کے موقف سے ہم آہنگی کا اظہار کر کے حق گوئی کا مظاہرہ کیا
مرکزی حکومت وزیر اعلیٰ پنجاب پر تنقید کی بجائے امریکی جنگ سے پیچھا چھڑائے

شہباز شریف نے طالبان کے موقف سے ہم آہنگی کا اظہار کر کے حق گوئی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ ایک فوجی آمر نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے امریکہ کی مدد کی اور اس صلیبی جنگ میں طاغوتی قوتوں کا ساتھ دے کر ہمارے اس خطے کو آگ اور بارود اور خونی کھیل میں جھونک دیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے عیاری سے کام لیتے ہوئے اس ہاری ہوئی جنگ کا رُخ پاکستان کی طرف موڑ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہباز شریف پر سوچے سمجھے بغیر تنقید کرنے کی بجائے مرکزی حکومت سوچے کہ کس طرح اس امریکی جنگ سے اپنا پیچھا چھڑایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ خود افغانستان سے نکلنے کے لیے طالبان سے مذاکرات کے لیے بے تاب ہے اور ہمیں ان کے خلاف جنگ تیز کرنے کا حکم جاری کرتا ہے۔ اس سے امریکہ کے مذموم عزائم بے نقاب ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی پالیسی اس نکتہ کی بنیاد پر وضع کرنا ہوگی کہ امریکہ پاکستان اور طالبان دونوں کا دشمن ہے۔ (پریس ریلیز: 16 مارچ 2010ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

کامیابی ہے۔ پس لازم ہے کہ ایسا نظام قائم ہو، جس میں لوگوں کے درمیان معاشی، معاشرتی اور سیاسی ہر اعتبار سے عدل ہو، اور ایک عمدہ فضا میں وہ اپنی آخرت سنوارنے کی جدوجہد کرسکیں۔

نظام عدل کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کتاب کے ساتھ میزان عدل بھی عطا کی، اور اُن کے ذمہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ اُسے قائم کریں۔ نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کے حوالے سے تین مقامات پر یہ بات کہی گئی ہے کہ ”وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول کو ’الھدیٰ‘ اور دین حق کے ساتھ، تاکہ اُسے کل دین (کل نظام زندگی، تمام ادیان) پر غالب کردے۔“ (التوبہ:33، الفتح:28، الصف:9)

اور جو لوگ نظام عدل اور میزان کے قیام کے راستے میں رکاوٹ بنیں، آگے اُن کا علاج بتایا گیا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

”اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے کتاب اور میزان ہی نازل نہیں فرمائی، بلکہ لوہا بھی پیدا کیا۔ اس میں بڑے اوصاف ہیں۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں، جو انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ لوگ اس سے بہت سے کام لیتے ہیں۔ اس سے گھریلو اور صنعتی استعمال کی بہت سی چیزیں بنتی ہیں۔ لیکن اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ اس میں جنگی صلاحیت اور قوت ہے۔ نزول کتاب ومیزان کے ذکر کے ساتھ ”نزول حدید“ کے ذکر کے بین السطور میں جو پیغام ہے، وہ بہت واضح ہے۔ وہ یہ کہ جو لوگ میزان عدل اور نظام حق کے راستے میں روڑے اٹکائیں، لوہے اور اسلحہ کی قوت سے اُن کا قلع قمع کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ باطل نظام کے پروردہ اور مراعات یافتہ طبقات کبھی نہیں چاہیں گے کہ اللہ کا دین غالب ہوجائے۔ انصاف عام اور احتساب سرعام ہونے لگے۔ وسائل دولت پر سب لوگوں کا حق مانا جائے۔ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہوں۔ خلیفہ اور حاکم کے خلاف بھی اگر عدالت میں مقدمہ دائر ہوتو وہ بھی عام شہری کی طرح عدالت میں پیش ہو۔ لہٰذا اِن طبقات ہی کے لیے اللہ نے لوہا نازل کیا، تاکہ بزورِ قوت اُن کا سر کچل دیا جائے۔ رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھ لیں، رب کائنات نے آپؐ کو ”رحمۃ للعالمین“ کا لقب عطا فرمایا، مگر آپؐ نے بھی تلوار اُٹھائی۔ آپؐ کی حیات طیبہ میں کئی غزوات و سرایا ہوئے۔ آپؐ نے اقدامی جہاد بھی کیئے، اس لیے کہ لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں اور استحصالی نظاموں کے شکنجے سے نکال کر نظام عدل کے سایے تلے لایا جائے۔

اظہار دین حق کے نبوی مشن کو آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے صحابہ کرام ؓ نے آگے بڑھایا۔ وہ مسلسل جہاد کرتے اور فتوحات حاصل کرتے رہے۔ اُن کا یہ جہاد اس لیے نہیں تھا کہ لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا جائے۔ اس لیے کہ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔ دین میں جبر واکراہ نہیں ہے۔ یہ جہاد اس لیے تھا کہ لوگوں کے گلے میں استحصالی نظام کا جو طوق پڑا ہے، اُسے نکالا جائے۔ انہیں ملوکیت کے جبر سے آزادی دلائی جائے۔ تمیز آقا و بندہ کا خاتمہ کیا جائے۔ اللہ کا نظام قائم کیا جائے، تاکہ لوگوں کو عدل و انصاف میسر آئے، حقوق ملیں۔ دور خلافت راشدہ میں آپؐ کے جلیل القدر صحابہ ؓ نے احترام انسانیت، مساوات انسانی اور عدل وانصاف کا نقشہ دنیا والوں کو دکھا دیا، جس کا سبق نبی کریم ﷺ نے پڑھایا تھا۔ اس دور میں کفالت عامہ کا وہ نظام وضع کیا گیا، جس سے آج بھی اہل یورپ روشنی لیتے ہیں۔ یورپ کے بعض ممالک میں ویلفیئر کا جو نظام جاری کیا گیا ہے، وہ نظام خلافت سے متاثر ہوکر اپنایا گیا ہے۔ اس قانون کو حضرت عمر فاروق ؓ سے منسوب کیا جاتا، اور ”عمرلاء“ کہا جاتا ہے۔

اسلام کا عادلانہ نظام نبی کریم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہے۔ دنیا کو آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کی حقیقت صحیح معنوں میں تب سمجھ آئے گی جب آپ کا عطا کردہ یہ نظام قائم کرکے دکھا دیا جائے، اس کا نقشہ اہل عالم کے سامنے پیش کردیا جائے، جب ہم خود بھی اس نظام سے فائدہ اُٹھائیں اور دنیا کو بھی اس کے نور سے منور کریں۔ یہ نظام پوری نوع انسانی کے لیے مینارۂ نور ہے۔ سسکتی ہوئی انسانیت کے لیے حیات بخش پیغام ہے۔ اس نظام کے نفاذ کی برکات دیکھ کر کل بھی لاکھوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، اور آج بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے۔ ہماری بدنصیبی ہے کہ اس وقت دنیا کے نقشے پر 57 مسلمان ممالک موجود ہیں، مگر کہیں بھی یہ نظام موجود نہیں۔ ہم خود ہی اسی نظام کی برکات سے محروم ہیں۔ ہم نے کہیں بھی یہ نظام قائم نہیں کیا۔ اس نظام سے انحراف ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ یہ گویا اللہ کے دین سے بغاوت ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ سے عشق ومحبت کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر آپؐ کا عطا کردہ نظام اپنانے کو تیار نہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارا یہ طرز عمل کس زمرے میں آتا ہے۔ کیا ہم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہیں؟ اس باب میں ہم اہل پاکستان کا جرم تمام ملت اسلامیہ سے بڑھ کر ہے کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا۔ مگر تریسٹھ سال گزر جانے کے باوجود نظام مصطفی ﷺ نافذ نہیں کیا، بلکہ وہی انگریز کا چھوڑا ہوا گلا سڑا نظام سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ دین سے اسی غداری اور بے وفائی کی سزا ہے جو آج ہمیں مل رہی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت پاکستان اپنی زندگی کی خطرناک سٹیج پر آن پہنچا ہے۔ ایسے میں اللہ کی خصوصی رحمت ہی ہمیں بچا سکتی ہے، جو اللہ کے دین سے وفاداری سے مشروط ہے۔ ورنہ ہم جس بدترین انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں، اُس سے دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نہیں بچا سکتی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہم اِن حالات سے بھی سبق سیکھنے پر آمادہ نہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵﴾

”اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اُس کے پیغمبروں کی مدد کرتے، اللہ اُن کو معلوم کرلے۔ بے شک اللہ قوی اور عزیز ہے۔“

یعنی حق وباطل اور کفر وایمان کا معرکہ ہی تو اہل ایمان کا امتحان ہے، کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اللہ اس کے ذریعے انہیں جانچنا چاہتا ہے کہ اُن کی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ عقیدت، محبت اور وفاداری کس درجے میں ہیں اور وہ کس درجے باطل سے بےزار ہیں۔ آج مسلم دنیا کے 57 ممالک میں ہر جگہ نظام باطل کی حکمرانی ہے۔ اگر ہم واقعی اللہ اور رسول کریم ﷺ کے وفادار ہیں تو ہماری ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ نظام باطل کو اکھاڑ کر نظام حق کو قائم کریں۔ بلاشبہ اللہ چاہے تو یہ کام خود آن واحد میں کرسکتا ہے۔ اُس کے لیے کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔ لیکن اُس نے غلبۂ دین کی جدوجہد کا مشن ہمیں سونپ کر ہماری آزمائش کا سامان کیا ہے۔ دُعا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس آزمائش پر پورا اُترنے اور اپنی خوشنودی اور رضا کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

عظیم ترین صلیبی جنگ

16 مارچ 2010ء کو لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی پریس کانفرنس

اس وقت عالم اسلام کے دو حصے عظیم جنگوں کے سائے میں ہیں۔ایک حصہ افغانستان اور پاکستان پر مشتمل ہے جہاں نو سال سے مہلک جنگ جاری ہے —— اور دوسرا حصہ عالم اسلام کا قلب یعنی مشرق وسطیٰ کے ممالک پر مشتمل ہے جن پر "coming events cast their shadows before" کے انداز میں تیسری عالمگیر جنگ کے سائے پڑ رہے ہیں جسے انجیل کی آخری کتاب یعنی مکاشفاتِ یوحنا میں "Armageddon" اور حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں 'الملحمة العظمیٰ' یا 'الملحمة الکبریٰ' قرار دیا گیا ہے۔

یہ جنگ کس کی ہے —— اور کس کے خلاف ہے' اور اس کے اہداف کیا ہیں' ان کو سمجھنے کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے۔اس کے تاریخی پس منظر کو سمجھنے کے لیے اولاً یاد کیجیے کہ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد کافی عرصے تک یہ کہا جاتا رہا تھا کہ یورپ نے بیسویں صدی میں دو عالمگیر جنگوں کے نتیجے میں کروڑوں جانوں کا ضیاع اور پورے یورپ کی عبرتناک تباہی کا بوجھ برداشت کیا ہے' اب تیسری عالمگیر جنگ ایشیا میں ہوگی۔مزید برآں گزشتہ صدی کے عظیم ترین فلسفی مؤرخ ٹائن بی نے اپنی تصنیف "Civilisation on Trial" میں 1950ء میں لکھا کہ ''اکیسویں صدی کی اصل جنگ کیمونزم اور کیپٹلزم کے مابین نہیں ہوگی اس لیے کہ کیمونزم اس وقت تک اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکے گا —— اس کی بجائے یہ جنگ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین ہوگی!'' —— اُدھر نبی اکرم ﷺ نے چودہ سو سال قبل الملحمة العظمیٰ کے بارے میں خبر دے دی کہ ''مسلمانو! عیسائی (رومی) تم پر اسی علم لے کر حملہ آور ہوں گے۔اور ہر علم کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی اور اس میں ہلاکتوں کا عالم یہ ہوگا کہ اگر ایک باپ کے سو بیٹے ہوں گے تو ننانوے ہلاک ہو جائیں گے اور صرف ایک زندہ بچے گا!''

اِدھر گزشتہ صدی کے اواخر میں جب U.S.S.R. تحلیل ہو گیا —— لیکن لوگوں نے دیکھا کہ امریکی اور یورپی NATO الائنس کو نہ صرف از سرِ نو منظم کرنے —— بلکہ مزید توسیع دینے کے لیے کوشاں ہیں تو کسی نے NATO کے چیف سے پوچھا کہ: ''آپ کا دشمن تو ختم ہو چکا' اب یہ نئی تیاریاں کس کے لیے ہیں؟'' تو اس نے صفائی سے جواب دیا ''اب ہمیں مسلم فنڈامنٹلزم سے نپٹنا ہے!''۔

چنانچہ گزشتہ پندرہ بیس سال سے امریکہ کے جملہ تھنک ٹینکس اس مسئلے پر غور کر رہے تھے کہ U.S.S.R. کے خاتمے کے بعد ''سول سپریم پاور آن ارتھ'' کی جو پوزیشن امریکہ کو حاصل ہو گئی ہے اسے اکیسویں صدی میں برقرار رکھنے کے لیے کیا اقدامات ضروری ہیں؟ —— دوسری جانب امریکی حکومت پر یہودی صیہونی لابی اور ان کے عام یہودیوں سے بھی بڑھ کر حمایتی اور مددگار W.A.S.P. یعنی (White Anglo Saxon Prtotestants) اور ان کے بھی زیادہ جوشیلے عناصر' جو Evenglists اور Born Acain Christians کہلاتے ہیں اور جنھیں اب خود امریکہ میں برملا ''کرسچین زائنسٹ'' کہا جا رہا ہے' کا دباؤ بڑھ رہا تھا کہ ایک پانچ نکاتی مذہبی ایجنڈے پر عمل شروع کیا جائے —— اور چونکہ اس کے لیے فنڈز کی بے تحاشا ضرورت ہوگی جس کی امریکہ کے عوام اور اس کے سیاسی اداروں یعنی کانگرس اور سینٹ سے منظوری ضروری ہوگی' لہٰذا کوئی ایسا اقدام کیا جائے کہ پوری امریکی قوم غضب ناک ہو جائے اور کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہو جائے —— چنانچہ اس خیال کا حامل ایک مقالہ شائع کیا گیا کہ "America needs A Pearl Harbour" یعنی دوسری جنگ عظیم کے دوران جبکہ یورپ بری طرح تباہ ہو رہا تھا یورپ کی حکومتوں خصوصاً برطانیہ نے پورا زور لگا لیا تھا کہ امریکہ بھی اس جنگ میں کود پڑے لیکن امریکہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا —— البتہ جب جاپانیوں نے پرل ہاربر کے امریکی اڈے پر تباہ کن حملہ کیا تو امریکی شیر چنگھاڑتا ہوا اپنی کچھار سے نکلا اور جنگ میں کود گیا جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ کر رہ گیا تھا —— چنانچہ اس مقصد کے لیے امریکی سی آئی اے' اسرائیلی موساد اور امریکی اسٹیبلشمنٹ کے نیوکانز نے خود نیویارک کے میناروں کے جوڑے (Tiwn Towers) کو گرایا —— اور سابق صدر بش نے اس کی پوری ذمہ داری القاعدہ اور طالبانِ افغانستان پر ڈال کر خوفناک جنگ کا آغاز کر دیا۔

یہ بات اپنی جگہ بالکل واضح ہے کہ یہ کام امریکہ اور اسرائیل نے خود کیا۔یہ دوسری بات ہے کہ غم و غصے میں پاگل پن کی حد تک پہنچ جانے کے بعد امریکی رائے عامہ اپنی حکومت کے موقف کو مانے چلی جا رہی ہے —— حالانکہ (1) امریکہ کی Pilots Association کا کہنا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ چڑیوں کے سائز کے چھوٹے چھوٹے جہازوں پر ٹریننگ حاصل کرنے والے نوجوان اتنا عظیم کام کر سکتے! (2) اُدھر امریکہ ہی کے انجینئرز کا کہنا ہے کہ یہ Towers جہازوں کے ٹکرانے سے ہرگز نہیں گر سکتے تھے —— یہ تو صرف Implosion اور Planned Demolition ہو سکتی ہے۔(3) پھر سوال یہ ہے کہ جب اس بات کی تحقیق کا دائرہ ایک حد سے آگے بڑھنے لگا تو اسے روک کیوں دیا گیا؟ —— پھر (4) جو جہاز تباہ ہوئے، نہ کبھی ان کے مسافروں کی فہرست شائع کی گئی، نہ ہی پسماندگان کو کوئی زرِ تلافی ادا کیا گیا —— اور (5) سب سے بڑھ کر یہ کہ پہلے بتایا گیا تھا کہ آٹھ ہزار انسان ہلاک ہوئے بعد میں یہ تعداد 3800 رہ گئی —— یہ بقیہ 4200 کہاں گئے؟ —— عام

خیال یہ ہے کہ یہ تعداد ان یہودی کارکنوں کی ہے جو اس روز کام پر آئے ہی نہیں تھے! اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے اور (6) مزید برآں یہ جب ٹاورز گر رہے تھے اور آگ لگی ہوئی تھی تو ایک قریبی بلڈنگ کی چھت پر کچھ یہودی جمع ہو کر جشن کیوں منا رہے تھے اور ویڈیو کیوں تیار کر رہے تھے؟ وقِس علی ذالک !

—— بہرحال امریکہ نے 9/11 کا ڈرامہ رچانے کے بعد تیسری عالمی جنگ کا بالفعل آغاز کرا دیا —— اور سابق صدر بش نے اسے ’’کروسیڈ‘‘ قرار دیا۔ جس پر بعد میں معذرت کر لی! لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ ؎ ’’نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں۔ فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا!‘‘

اس امر کا ایک نہایت اہم اور بیّن ثبوت کہ ’’یہ آخری صلیبی جنگ‘‘ کا آغاز ہے اس سے ملتا ہے کہ فلاڈلفیا (امریکہ) سے "Evengelists" کا ایک نہایت کثیر تعداد (کروڑوں) میں شائع ہو کر مفت تقسیم ہونے والے ماہنامے "The Philadelphia Trumpet" کی اشاعت بابت اگست 2001ء میں (نوٹ کر لیجیے —— یعنی 9/11 سے صرف ایک ماہ قبل) اس کے ایڈیٹر نے جلی حروف میں لکھا ہے کہ ’’بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ صلیبی جنگیں ماضی کا قصہ تھیں، جو ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہیں۔ لیکن ان کی رائے غلط ہے —— واقعہ یہ ہے کہ اس وقت آخری صلیبی جنگ کے لیے تیاریاں ہو رہی ہیں جو سب سے زیادہ خونریز ہو گی!‘‘ یہ شہادت الفاظِ قرآنی ’’فَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا‘‘ کے عین مطابق ہے!۔ اور اس کے یہ الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں کہ ’’اس وقت تیاریاں ہو رہی ہیں۔‘‘

واضح طور پر جان لینا چاہیے کہ جیسے کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اس آخری اور عظیم ترین صلیبی جنگ سے امریکہ کے اہداف دو گونہ ہیں۔ (1) اپنی ’’سول سپریم پاور آن ارتھ‘‘ کی پوزیشن کو برقرار رکھنا اور اس کے لیے وسائل کی فراہمی کے لیے دنیا کے ’’عضو ضعیف‘‘ یعنی عالم اسلام پر قبضہ کرنا، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے سیاسی، اقتصادی اور سماجی نظام کی حفاظت کے لیے کہیں کوئی دوسرا نظام سر اٹھاتا نظر آئے تو اسے "Nip the Evil in the Bud" کے سے انداز میں کچل کر رکھ دینا، خاص طور پر وہ واحد نظام جو مقابلے میں آنے کے لیے پر تول رہا ہے یعنی اسلامی نظام، اسے کہیں بھی کسی بھی قیمت پر ابھرنے سے روکنا —— اور (2) صیہونیت (یہودی + عیسائی) کے پانچ نکاتی ایجنڈے کی تکمیل، یعنی (i) جلد از جلد آرمیگاڈان کا انعقاد (ii) اور اس کے نتیجے میں گریٹر اسرائیل کا قیام۔ (iii) مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو منہدم کرنا۔ (iv) ان کی جگہ قدیم ہیکل سلیمانی کے نقشے پر تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنا —— اور اس میں حضرتِ داؤدؑ کا تخت لا کر رکھنا (جو فی الوقت برطانیہ کی پارلیمنٹ سے ملحق گرجا (Westminster Abbey) میں رکھا ہے!) تا کہ (v) اس کے بعد یہودیوں کے نزدیک ان کا موعودہ مسیحا ظاہر ہو کر، اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہو کر اس تخت پر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکومت کریں!!

اس سلسلے میں آغاز افغانستان سے کیا گیا۔ اس لیے کہ (1) وہاں معدنیات اور تیل کے عظیم ذخائر موجود ہیں، (2) وسطی ایشیا کے ممالک سے بھی تیل خلیج فارس تک لانے کے لیے بہترین راستہ وہیں سے گزرتا ہے —— اور سب سے بڑھ کر (3) وہاں طالبان کی حکومت نے بعض شرعی احکام نافذ کر کے یہ معجزہ کر دکھایا کہ افغانستان کے نوے فیصد علاقے میں کامل امن قائم ہو گیا اور امیر المؤمنین ملا عمر کے ایک فرمان کے نتیجے میں افیون کی کاشت بالکل ختم ہو گئی۔ گویا شیطانِ لعین اور اس کے ایجنٹوں کا قدیم اندیشہ کہ ؏ ’’ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں!‘‘ سامنے آ گیا۔ لہٰذا تاریخ انسانی کی عظیم ترین کولیشن کے ذریعے حملے اور ڈیزی کٹر جیسے مہلک بموں کے استعمال سے طالبان کی حکومت کو کچل کے رکھ دیا گیا۔ یہاں معاملہ چونکہ مذہبی بھی تھا لہٰذا یورپ اور NATO نے بھی امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ افغانستان کے بارے میں بھی ٹائن بی کا یہ بیان لائق ذکر ہے —— کہ: ’’افغانستان میں بنیادی اسلامی تہذیب کی جڑیں بہت گہری ہیں اور وہیں سے اسلامی تہذیب دوبارہ ابھرے گی‘‘۔ یہ بات ٹائن بی نے 1930ء میں کہی تھی (حوالہ کے لیے دیکھئے بریگیڈیئر (ر) مستنصر باللہ کی تالیف ’’آپریشن خلافت 1995ء‘‘)۔

اس کے بعد عراق پر حملہ کیا گیا۔ عام خیال یہ ہے کہ امریکہ نے وہاں صرف تیل کے لالچ میں حملہ کیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں تیل کے لالچ پر مستزاد مخفی ایجنڈا بھی تھا۔ چنانچہ عراق میں صدام کی حکومت کے خاتمے کے فوراً بعد اسرائیل کے اس وقت کے وزیر اعظم شیرون لعنت اللہ علیہ کے اس بیان نے بھانڈا پھوڑ دیا کہ عنقریب عراق پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ اور پہلے تو ہم صرف دریائے فرات تک کے علاقے کا مطالبہ کرتے تھے اب ہمارا مطالبہ دریائے دجلہ تک کے علاقے کا ہے —— گویا یہ گریٹر اسرائیل کی طرف پہلا قدم تھا! اگرچہ وہاں امریکہ کی توقعات کے برعکس صورتِ حال پیش آ گئی اور امریکہ وہاں پھنس کر رہ گیا —— یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ چونکہ عراق کے معاملے میں افغانستان کے برعکس اسلام دشمنی والا عنصر موجود نہیں تھا، لہٰذا یورپی ممالک اس میں شریک نہیں ہوئے! ——

آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات بھی ذہن میں تازہ کر لیں کہ نیویارک ٹائمز نے 2005ء میں لکھا تھا کہ بش نے سعودی عرب اور پاکستان پر حملے کا حکم بھی جاری کر دیا تھا لیکن اسے امریکی افواج نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "We are already over-stretched!" اور یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ اصلاً آخری صلیبی جنگ ہی کا نقطۂ آغاز تھا!

بہرحال گیارہ ستمبر 2001ء کے فوراً بعد طبل جنگ بجا کر امریکہ کے صدر یا وزیر خارجہ نے ہمارے سابق صدر پرویز مشرف سے فون پر دھمکی آمیز انداز میں بات کی —— اور ہمارا نام نہاد کمانڈو صدر ایک ہی دھمکی میں بتاشے کی طرح بیٹھ گیا۔ ؏ ’’دھمکی میں مر گیا کہ نہ بابِ نبرد تھا!‘‘ اور ان کے جملہ مطالبات تسلیم کر کے عالم یہودیت و عیسائیت کی شروع کردہ اس ’’جیوڈو کرسچین کروسیڈ‘‘ میں پاکستان کو جھونک دیا گیا —— یہ سب کچھ کرنے کے بعد اس نے رائے عامہ کو ہموار کرنے کی غرض سے سوسائٹی کے مختلف طبقات سے متعلق لوگوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ 16/ ستمبر کی سہ پہر کو ایک اجتماع ’’علماء اور مشائخ‘‘ کا تھا —— جس میں مجھے نہ معلوم کیسے بلا لیا گیا —— حالانکہ میرا شمار نہ علماء میں ہے نہ مشائخ میں۔ بہرحال اس اجلاس میں پہلے صدر مشرف نے اپنے فیصلے کے حق میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ سے تعاون کا فیصلہ ملک کے بہترین مفاد میں کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری سوچ کی بنیاد سب سے پہلے پاکستان ہونا چاہیے۔ پاکستان کے مفاد کے حوالہ سے انہوں نے چار نکات کا خصوصی ذکر کیا:

1- پاکستان کی سلامتی اور سکیورٹی کا تحفظ یقینی ہو جائے گا۔
2- پاکستان کی معاشی حالت بہتر بلکہ مستحکم ہو جائے گی۔
3- امریکہ کشمیر کے مسئلہ کے حل کے لیے مدد کرے گا۔

4- پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کا تحفظ یقینی ہو جائے گا۔

بہر حال وہاں پر موجود ستر اَسّی علماء اور مشائخ نے ایک بات متفقہ طور پر' اور پورے زور کے ساتھ کہی کہ تاحال نہ کوئی جرم اسامہ بن لادن کا ثابت ہوا ہے نہ طالبانِ افغانستان کا، تو اس صورت میں انہیں سزا دینا عدل و انصاف کے مسلّمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ ہمیں اس میں امریکہ کا ساتھ ہرگز نہیں دینا چاہیے!

جب مجھے بات کرنے کا موقع ملا تو میں نے عرض کی کہ عین ممکن ہے کہ ان نکات کے حوالہ سے جو آپ نے بیان کیے ہیں پاکستان کو وقتی اور ظاہری طور پر کچھ فائدہ حاصل ہو جائے لیکن جلد ہی پاکستان کو بھی عراق اور افغانستان کی طرح امریکی جارحیت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یعنی ہماری باری بھی آ جائے گی۔ اس لیے کہ اس کی پشت پر اصل کردار یہود اور یہود نواز نیوکان عیسائیوں کا ہے —— جن کا اصل ہدف پاکستان ہے۔ گویا اس مجلس کے جملہ شرکاء نے کہا کہ ہمارا یہ یوٹرن عدل و انصاف کے بنیادی تقاضوں کے منافی ہے۔ امریکہ' افغانستان یا القاعدہ پر لگائے گئے الزامات کے ثبوت فراہم کرے۔ وگرنہ یہ سمجھا جائے گا کہ اس کے مقاصد کچھ اور ہیں۔ میں نے زور دے کر کہا کہ صرف اس بنیاد پر کہ امریکہ طاقتور اور زبردست ملک ہے، ایک اسلامی برادر ملک کے خلاف کفار کی جارحیت کی حمایت کرنا قومی غیرت اور حمیت کے بھی منافی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ اللہ سے بغاوت ہے کہ ایک مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم حکومت کا ساتھ دیا جائے اور وہ بھی جبکہ اس غیر مسلم طاقت کا موقف بالکل باطل ہو اور دوسری جانب' ہم نے ابھی تک افغانستان کو تسلیم کیا ہوا ہے اور اس کے سفیر ملا ضعیف خود اسلام آباد میں موجود ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم سب کی صدا نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح گم ہوگئی۔

بہر حال افغانستان میں طالبان حکومت کرش کر دی گئی اور ملا عمر نے کمالِ حکمت سے کام لیتے ہوئے طالبان کو منتشر ہو کر اپنے اپنے قبائل میں روپوش ہونے کا حکم دے دیا۔ لیکن اب مسئلہ پیدا ہوا ان غیر ملکی مجاہدین کا جنہیں خود امریکہ اور اس وقت کے اس کے حواری (مثلاً اسامہ بن لادن سعودی' عمر بن عبدالرحمٰن مصری اور عبداللہ عزام فلسطینیؒ) ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے نام پر مختلف عرب اور غیر عرب ممالک سے لائے تھے کہ وہ کس قبیلے میں پناہ لیں۔ افغانستان میں ایسی کوئی جگہ نہ پا کر وہ پاکستان کے ملحقہ آزاد قبائلی علاقے باجوڑ اور وزیرستان میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس کے بعد امریکہ بہادر تو مطمئن ہو کر ''شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم!'' کے مصداق واپس چلا گیا۔ لیکن پھر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا یعنی جیسے کہ برٹش دور میں بھی کئی دفعہ ہوا تھا۔ تھوڑے ہی وقفے کے بعد طالبان نے اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر نیٹو اور امریکہ کی افواج' اور کابل کی کٹھ پتلی کرزئی حکومت کے خلاف چھاپہ مار جنگ شروع کر دی —— جس کے لیے پاکستان میں پناہ گزین عرب اور بعض دوسرے ممالک سے آئے ہوئے مجاہدین نے بھی بارڈر پار کر کے طالبانِ افغانستان کی مدد شروع کر دی۔ اس لیے کہ وہ تو اسی مقصد کے ساتھ اپنے اپنے ملکوں کو چھوڑ کر اور گھروں کی آسائشوں کو تج کر افغانستان آئے تھے —— اس دوران میں پاکستان بھر میں بالعموم اور سرحدی صوبے اور قبائلی علاقوں میں بالخصوص ''طالبانِ افغانستان'' کے حامی اور ہم خیال ''طالبانِ پاکستان'' بھی وجود میں آ گئے۔

اس پر امریکہ کی جانب سے پاکستان پر یہ دباؤ ڈالا گیا کہ ان جملہ قوتوں کو خود کچل کر رکھ دو ورنہ ہمیں اجازت دو کہ ہم پاکستان میں داخل ہو کر یہ کام سر انجام دیں۔ پاکستان نے اولاً طالبانِ افغانستان کی جانب سے تو صرفِ نظر کیے رکھا البتہ القاعدہ سے تعلق رکھنے والے بیرونی مجاہدین کو اوّلاً تو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرنا شروع کیا —— (اور اس کے عوض خطیر رقوم بھی وصول کیں' جو نہ معلوم کن تجوریوں میں جمع ہوئیں!) اور بعد میں خود بھی قتل کرنا شروع کر دیا —— لیکن امریکہ کا ایک جانب تو پاکستان سے "Do More" کا مطالبہ بہ شدّت و تکرار ہوتا رہا' دوسری جانب امریکہ نے پہلے عام میزائلوں اور پھر ڈرون ہوائی جہازوں سے داغے جانے والے میزائلوں سے حملے شروع کر دیے —— صوبہ سرحد کی حکومت کے بعض سنجیدہ اور محبِ وطن عناصر نے معاملہ کو مذاکرات اور مصالحتوں کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی تو ایسی ہر کوشش پر امریکہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور اس مقام پر میزائل برسا کر صلح کو سبوتاژ کر دیا۔ اور حکومت پاکستان ایسی کسی بھی کوشش کا خاتمہ تو کیا کرتی، اس پر احتجاج بھی نہ کر سکی! چنانچہ طالبان اور ان کے حامی عناصر میں یہ خیال جڑ پکڑتا چلا گیا کہ حکومت پاکستان امریکہ کی ''طفیلی حکومت'' ہے اور پاکستان کی فوج امریکہ کی ''مرسنری فوج'' ہے —— اور اس طرح حکومت اور افواج پاکستان' اور دوسری جانب تحریک طالبان پاکستان کے مابین حالت جنگ پیدا ہو گئی۔

ادھر دوسری جانب مالاکنڈ ایجنسی میں جو تحریک انیس سو اسی کی دہائی کے آخری سالوں میں ''تحریک نفاذ شریعت اسلامی'' کے نام سے مولوی صوفی محمد صاحب کی سرکردگی میں شروع ہوئی تھی اور آغاز میں بالکل پُر امن تھی' اور جس سے دوبار مطالبہ مان لینے اور اس پر عمل درآمد کرنے کا وعدہ کر کے خلاف ورزی کی گئی تھی' 1999ء میں پرویز مشرف نے صوفی محمد صاحب کو جیل میں ڈال کر ان کے داماد مولوی فضل اللہ کی قیادت میں عسکری تحریک میں بدل دیا —— اس معاملے میں بھی سرحد کی صوبائی حکومت نے تحریک کے مطالبات کو سرکاری طور پر تسلیم کرتے ہوئے ایک صلح نامہ پر دستخط کیے —— لیکن صدرِ پاکستان کی طرف سے اس کی توثیق کو دو ماہ تک تعویق میں ڈالے رکھا گیا اور جب صوبہ سرحد کی حکومت نے کولیشن سے علیحدہ ہونے کی دھمکی دی' جس پر پاکستان کی پارلیمنٹ نے اسے منظور کر لیا تو بادل نخواستہ توثیق کی گئی —— لیکن اس کے ساتھ ہی بغیر پارلیمنٹ حتیٰ کہ کیبنٹ سے مشورہ لیے بغیر بھرپور فوجی اپریشن شروع کر دیا گیا —— جو کہ 9/11 کے پرویز مشرف کے Uturn سے بھی زیادہ بڑی غلطی تھی۔

اس کے بعد سے جو دن بھی گزر رہا ہے —— حالات زیادہ سے زیادہ خوفناک اور ابتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور عمل اور اس کے ردّ عمل —— پھر اس کے مزید ردّ عمل' اور پھر اس کے بھی مزید ردّ عمل پر مبنی ایک شیطانی چکر (vicious circle) ہے جس کے بھنور میں پاکستان کی کشتی مزید پھنستی نظر آ رہی ہے!

چنانچہ ایک جانب تو تحریک طالبان پاکستان امریکہ اور حکومت پاکستان سے انتقام کے جذبے کے تحت بھرپور تخریبی کارروائیاں کر رہی ہے اور اس سلسلے میں یہاں بھی وہی افغانوں کی روایتی اسٹریٹجی اختیار کر لی گئی ہے کہ ایک بار آرمی نے علاقہ خالی کرا لیا لیکن چند روز بعد وہاں پھر کارروائیاں شروع ہو گئیں! مزید برآں ان کا بھیس اختیار کر کے بہت سے جرائم پیشہ لوگ بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں —— لیکن دوسری جانب امریکہ کی پاکستان کے خلاف جنگ کا دوسرا حصہ (Prong) یہ ہے کہ بھارت اور اسرائیل کے ساتھ گٹھ جوڑ کے نتیجے میں ''را'' اور ''موساد'' اور خود نیٹو کے ایجنٹوں کے ذریعے بم دھماکے اور خودکش بمباری کے سلسلے میں شدت پیدا کر دی جائے تاکہ پاکستان میں بدامنی مزید شدید ہو جائے اور پھر وہ Destablise ہو جائے تاکہ یہ جواز پیدا ہو جائے کہ مشرق سے بھارت' اور مغرب سے امریکہ اور نیٹو کی افواج قیامِ امن کے بہانے پاکستان میں داخل ہو کر یا تو اس کے حصے بخرے کر دیں' یا

کم ازکم اس کے ایٹمی دانت توڑ ڈالیں، تاکہ پھر پاکستان پوری طرح بھارت کے رحم وکرم پر ہو کہ وہ جو چاہے اس کے ضمن میں فیصلہ کرے (واضح رہے کہ امریکہ کی سابقہ وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے اپنے بھارت اور پاکستان کے آخری دورے سے واپسی پر امریکہ میں بیان دیا تھا کہ ''پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ امریکہ اور بھارت مل کر کریں گے!'')

بہرحال پاکستان کی سلامتی اور سکیورٹی کی حالت جتنی آج تشویش ناک ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ بھارت میں چھوٹا سا حادثہ ہو جائے تو وہ ہم پر چڑھ دوڑتا ہے اور پوری دنیا ان کی ہم نوا بن جاتی ہے۔ اور ہمارے حکمران اس کے سامنے صفائیاں پیش کرنے لگتے ہیں۔ پاکستان کی معاشی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اندرونی اور بیرونی قرضوں سے ہماری کمر ٹوٹ چکی ہے۔ مسئلہ کشمیر اب بھولی بسری کہانی ہے۔ کسی پاکستانی کی زبان پر کشمیر کا ذکر بھی آجائے تو بھارت ناراض ہو جاتا ہے۔ ہمارے ایٹمی اثاثہ جات یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سرراہ پڑے ہیں اور ہمارے قومی ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر کو عالمی مجرم بنا دیا گیا ہے۔ ہم نے امریکہ کا اتحادی بن کر برادر اسلامی ملک جو ہمارا ہمسایہ بھی ہے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یاد رہے کہ افغانستان پر پاکستان کی سرزمین اور ہوائی اڈوں سے پانچ ہزار سات سو فضائی حملے ہوئے تھے۔ ہم نے بدترین سفارتی روایت قائم کرتے ہوئے افغان سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کو ٹھوکریں مارتے ہوئے امریکہ کے حوالے کیا۔ ہم نے کئی ملکی اور غیر ملکی مجاہدین گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیے یہاں تک کہ عافیہ صدیقی جیسی کئی پاکستان کی بیٹیاں امریکہ کے قدموں میں ڈال دیں۔ اس ضمن میں امریکہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے ہمیں باور کرا دیا ہے کہ یہ امریکہ کی نہیں، ہماری اپنی جنگ ہے۔ چنانچہ ہم امریکہ کی جنگ کو اپنی جنگ بنا کر افغانستان سے پاکستان گھسیٹ لائے۔ علاوہ ازیں ہم نے قائداعظم کے قول کی خلاف ورزی کی اور فوج کو قبائلی علاقوں میں بھیج دیا۔ طیاروں کے ذریعے بمباری کر کے اور بڑی توپوں کے گولوں سے سوات' مالاکنڈ شمالی اور جنوبی وزیرستان میں خون کی ندیاں بہا دیں۔ ہزاروں معصوم جانیں ہمارے ظلم وستم کی نظر ہو گئیں' بستیاں ویران ہو گئیں' آبادیاں کھنڈرات کا نقشہ پیش کرنے لگیں، لوگ بے گھر ہو گئے لیکن امریکہ اور مغربی دنیا ہم سے راضی نہ ہوئی۔ Do more do more کی آواز سن کر ہمارے کان پک چکے ہیں۔ یہ حالات نو سال سے یونہی چل رہے ہیں۔ ہم ہر قدم پر اس کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔ ہم حکمرانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ ہماری نہ سنو اللہ اور اس کی کتاب کی پکار تو سنو۔ اللہ فرماتا ہے: (ترجمہ) ''اے ایمان والو! تم مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ۔'' (النساء:144) پھر المائدہ 51 میں فرماتا ہے: ''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست مت بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

آج آپ حضرات کو تکلیف اس لیے دی ہے کہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ 2001ء کی طرح امریکہ ایک بار پھر ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔ وہ یہ کہ ہم تمہارے دشمن بھارت کو افغانستان کے معاملات سے الگ کر دیتے ہیں اور تمہیں مشرقی سرحدوں پر مکمل امن وامان کی ضمانت دیتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ مل کر طالبانِ افغانستان کے راہنماؤں کی پہلی صف کو مکمل طور پر ختم کر دو یا ہمارے حوالے کر دو۔ ملا عمر کے وفادار طالبان کو مکمل شکست یا انتہائی کمزور کر دینے میں نئے عزم کے ساتھ ہماری مدد کرو۔ ہم افغانستان خالی کرنے کے بعد یہاں پاکستان دوست حکومت قائم کرنے میں تمہاری پوری پوری مدد کریں گے۔ یعنی ایک بار پھر امریکہ چھڑی اور گاجر دونوں کا استعمال کر رہا ہے۔ حالات وواقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے حکمران ایک بار پھر امریکہ کے جھانسے میں آ گئے ہیں۔ ہم حکومت پاکستان کو انتباہ کرتے ہیں کہ پہلا دھوکہ کھانے کے بعد آج ہم خاک وخون میں غلطاں ہیں۔ بارِ دیگر دھوکہ سے خاکم بدہن ہم اس پیارے وطن سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں یا کم از کم ایٹمی اثاثہ جات سے محروم ہو کر مکمل طور پر بھارت کے دست نگر نہ ہو جائیں۔ ہماری پشت دیوار سے لگ چکی ہے، مزید پسپائی اب ہماری موت کا باعث بن سکتی ہے۔ افغانوں کو شکست دینے کے حوالہ سے ہم حکمرانوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ جس قوم کا بچہ گولیوں کی تڑتڑاہٹ میں پیدا ہو، جہاں ماں بچوں کو جنگی ترانے سنا کر لوری دے اور جو قوم اسلحہ کو روٹی پر ترجیح دے، اسے شکست نہیں دی جا سکتی۔ امریکہ تو سات سمندر پار واپس چلا جائے گا، ہم ہمسایہ کس طرح بدلیں گے۔ ہمارے نزدیک افغان مسئلہ کا صرف یہ حل ہے کہ غیر ملکی فوجیں وہاں سے نکل جائیں اور افغانوں کو خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے دیں۔

ہمارے نزدیک یہ پالیسی نہ صرف سیاسی و واقعاتی حوالے سے پاکستان کے لیے تباہ کن ثابت ہو گی، بلکہ یہ اللہ کے غضب کو بھڑکانے اور اس کے عذاب کو دعوت دینے کی موجب بھی بنے گی۔ طالبانِ افغانستان کے بارے میں ایک بات طے شدہ ہے کہ انہوں نے اپنے طرزِ عمل اور قربانیوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے سچے وفادار ہیں۔ امریکہ جیسی طاغوتی طاقت کے ساتھ تعاون میں ایسے مخلص مجاہدین کے خلاف کارروائی ہماری دنیا وآخرت کی تباہی کا موجب بن سکتی ہے!

چنانچہ ہمارے مطالبات حسب ذیل ہیں:

(1) امریکہ سے ناطہ توڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ توبہ اور تجدید عہد کے ذریعے تعلق استوار کیا جائے —— اور پاکستان میں اس کے دین کے نظام کے قیام اور اس کی شریعت کے نفاذ کا از سر نو پختہ وعدہ کر کے اس کی نصرت کو آواز دی جائے! اور اس کے لیے دستور پاکستان میں پورے اسلام کی پابندی کے ذکر کے ساتھ ساتھ جو دفعات چور دروازوں کی حیثیت رکھتی ہیں ان کو منسوخ کر کے —— اسلامائزیشن آف لاز کے عمل کو ہموار اور تدریجی انداز میں شروع کر دیا جائے —— ہمارے اس اقدام پر اگر بھارت' اسرائیل اور امریکہ نے کوئی مہم جوئی کی تو اولاً اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہو گی ''وھو خیر النّٰصرین'' اور دوسرے چین ہرگز خاموش نہیں بیٹھا رہے گا۔ اس کی ہمارے ساتھ دوستی باہمی مفادات پر مبنی ہے اور اس کے اس علاقے میں بہت high stakes ہیں! اس کے جیتے جی کوئی عالمی قوت ہمیں نہ تورا بورا بنا سکتی ہے' نہ پتھر کے زمانے کی جانب لوٹا سکتی ہے۔ ہمارے لیے اصل ضرورت اپنی ہمت اور اللہ کی نصرت پر بھروسے کی ہے!

(2) صوبہ سرحد کے پورے علاقے میں آرمی ایکشن فوری بند کر دیا جائے —— اور جملہ گروہوں سے مذاکرات کے ذریعے معاملات کو سلجھایا جائے! چنانچہ مالاکنڈ ڈویژن کے ضمن میں مولوی صوفی محمد صاحب کو رہا کر کے ان کے ذریعے اسی مصالحتی عمل کو دوبارہ اسی مقام سے شروع کیا جائے جہاں سے وہ آرمی ایکشن کے آغاز پر ٹوٹا تھا۔

(3) مزید برآں امریکہ سے یہ مطالبہ بھی کیا جائے کہ وہ اور اس کی اتحادی نیٹو فورسز افغانستان سے نکل جائیں اور افغانستان کا معاملہ خود وہاں کے باشندوں پر چھوڑ دیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ افغان قوم اپنے معاملات کو سنبھالنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ بصورتِ دیگر ہمیں اندیشہ ہے کہ پاکستان بھی عظیم سلطنت عثمانیہ اور عظیم تر یو ایس ایس آر کے مانند تاریخ کے اوراق میں گم ہو کر رہ جائے —— اعاذنا اللّٰہ من ذلک!

☆☆☆

’اللہ نے بچالیا‘.....

قرآن اکیڈمی سے ملحقہ ایس آئی اے کی عمارت کے باہر دھماکے کے نتیجے میں قرآن اکیڈمی کو ہونے والا نقصان کا اجمالی تذکرہ

محبوب الحق عاجز

> پچھلے دنوں قرآن اکیڈمی سے ملحقہ ایس آئی اے دفتر میں ہونے والے دھماکے اور اس کے نتیجے میں قرآن اکیڈمی کو پہنچنے والے نقصان کے حوالے سے رپورٹ گزشتہ شمارہ میں شامل اشاعت نہیں ہوسکی۔ جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ اب قدرے تفصیل سے یہ رپورٹ پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

پاکستان میں بم دھماکوں اور خودکش حملوں کا سلسلہ کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا۔ اِن دنوں اِن کا ہدف لاہور شہر ہے۔ گزشتہ دو ہفتوں کے دوران لاہور شہر میں دو دن ایسے گزرے جن میں لاہور میں قیامت صغریٰ برپا ہوئی۔ ایک تو کینٹ کے علاقے میں ہونے والے دو دھماکے جن میں کم وبیش 57 افراد جاں بحق ہوئے۔ اور دوسرا اس سے پیشتر ماڈل ٹاؤن لاہور میں واقع سپیشل انوسٹی گیشن ایجنسی کی عمارت میں دھماکہ، جس میں ایس آئی اے کے اہلکاروں سمیت 21 افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

ایس آئی اے کی بلڈنگ جو کرایہ پر لی گئی تھی، ماڈل ٹاؤن کے k بلاک میں واقع ہے۔ قرآن اکیڈمی لاہور جسے مرکزی انجمن خدام القرآن کے تعلیمی وتربیتی اور اشاعتی سرگرمیوں کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے، ایس آئی اے بلڈنگ کے مشرقی جانب واقع ہے۔ یہ ایک چھ کنال کے پلاٹ پر مشتمل ہے، جس میں ادارے کی ایک عظیم الشان دو منزلہ مسجد، زیر تعلیم طلبہ کے لیے ہاسٹل، انجمن خدام القرآن کے مختلف شعبہ جات کے دفاتر، فیملی کوارٹرز اور تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر واشاعت کے دفتر کے علاوہ انجمن خدام القرآن کے صدر مؤسس و بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کی اقامت گاہ واقع ہے۔ ایس آئی اے بلڈنگ میں ہونے والے دھماکہ سے جہاں خفیہ ادارے کی بلڈنگ مکمل طور پر تباہ ہوگئی، وہاں اس عمارت سے ملحق ہونے کی وجہ سے قرآن اکیڈمی کو بھی شدید نقصان پہنچا۔

8 مارچ کو جس وقت یہ دھماکہ ہوا، صبح کے سوا آٹھ بجے تھے۔ قرآن اکیڈمی میں رہائش پذیر افراد، اور اکیڈمی کے ملازمین معمول کی سرگرمیوں کا آغاز کر چکے تھے۔ لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری تھا، کہ اِس اثنا میں زوردار دھماکے سے قرآن اکیڈمی اور اس کے گردونواح کی رہائشیں لرز اُٹھیں۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ اکیڈمی کی مسجد، رہائش گاہوں، دفاتر اور ہاسٹل کی کھڑکیوں اور دروازوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ بہت سے دروازے ٹوٹ کر دور جاگرے۔ مسجد کی سیلنگ اور الماریوں کا کام جو حال ہی میں پایہ تکمیل کو پہنچا تھا، بُری طرح متاثر ہوا۔ خواتین ہال، جہاں خواتین کے پروگراموں کے علاوہ ایک سالہ رجوع الی القرآن کی کلاسیں منعقد ہوتی تھیں، کو بھی سخت نقصان پہنچا۔

اکیڈمی کے غربی جانب جہاں فیملی کوارٹرز ہیں، وہاں جو تباہی ہوئی، وہ اِن سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ فیملی رہائش گاہیں جو دو منزلہ ہیں، اِن کی غربی جانب کی دیواریں، اور گرلیں منہدم ہوگئیں۔ چھتوں پر پردہ کی دیواریں، پوری کی پوری دھڑام سے نیچے آگئیں۔ ایک فیملی کوارٹر میں چھت بیٹھ گئی، جسے حفاظتی نقطۂ نظر سے گرادیا گیا۔ مالی طور پر ادارے کا جو بھاری نقصان ہوا ہے، اُس کے ازالہ کے لیے بھاری سرمایہ درکار ہے۔ تب ہی کسی حد تک یہ نقصان پورا ہوسکتا ہے، انجمن خدام القرآن کے ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر عارف رشید صاحب سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو اُن کا کہنا تھا کہ نقصان کا تخمینہ کم وبیش چالیس تا پچاس لاکھ لگایا جاسکتا ہے۔

اس دھماکے کے نتیجے میں اکیڈمی میں رہائش پذیر خاندانوں کی کچھ خواتین شدید زخمی ہوئیں۔ قرآن اکیڈمی کے ہاسٹل وارڈن جناب محمد اقبال صاحب کی اہلیہ اور اکیڈمی کے نائب مدیر مکتبہ جناب شاہد ندیم کی اہلیہ کو شدید چوٹیں آئیں، جنہیں فوری طور پر اسپتال پہنچایا گیا، اب اُن کی حالت بہتر ہے۔ ندائے خلافت کے نگران طباعت جناب شیخ رحیم الدین صاحب کی اہلیہ اور ادارے کے کیشئر جناب اشرف بیگ صاحب کی اہلیہ زخمی ہونے سے بال بال بچیں۔ بیٹا زخمی ہوگیا۔ مسجد کی دوسری منزل پر ایک سالہ رجوع الی القرآن پارٹ ii کی کلاس ہورہی تھی۔ جس میں محترم رشید ارشد صاحب حدیث کا پیریڈ لے رہے تھے، وہ بھی زخمی ہوئے۔ اُن کے علاوہ چند طلبہ کو بھی چوٹیں آئیں، جن میں حسان ادریس، حسان نواز، نور الوریٰ، فصیح الرحمٰن، فاضل بیگ اور محمد عمران شامل ہیں۔ ڈائریکٹر اکیڈمی کے معتمد ذاتی جناب محمد خلیق صاحب کے سر میں چوٹ آئی۔ دھماکے سے اکیڈمی میں نظام زندگی معطل ہو کر رہ گیا۔ فیملی رہائش گاہیں مرمت کے بغیر رہنے کے قابل نہ رہیں۔ جس کی بنا پر اُن کے رہائشیوں کو چند دن کے لیے اکیڈمی سے باہر رہائش رکھنا پڑی۔ ایک سالہ رجوع الی القرآن کی کلاس چند دن معطل رہنے کے بعد قرآن کالج میں منتقل کردی گئی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور مہربانی ہے کہ اس قدر خوفناک دھماکے سے، جس کے نتیجے میں اکیڈمی کی عمارتیں بُری طرح متاثر ہوئیں، کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور اُن کے اہل خانہ سمیت ادارے کے جملہ وابستگان اور کارکنان محفوظ رہے۔ اس پر اللہ کریم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔ اس موقع پر مجھے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف صاحب کی وہ بات یاد آرہی ہے جو انہوں نے دھماکہ سے دوسرے دن متاثرہ جگہ اور قرآن اکیڈمی کے دورہ کے موقع پر کہی۔ انہیں جب یہ بتایا گیا کہ اکیڈمی میں خوفناک تباہی کے باوجود جانی نقصان نہیں ہوا، تو اُن کا کہنا تھا کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں، اللہ نے بچالیا۔

اگرچہ حادثے کے تیسرے روز ہنگامی بنیادوں پر ادارے کی تعمیر ومرمت کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ گری ہوئی دیواریں بنائی جارہی ہیں۔ گرلوں اور کھڑکیوں دروازوں کا کام بھی ہورہا ہے۔ بجلی اور

آب رسانی کی فراہمی کا نظام جس قدر متاثر ہوا ہے، اُسے بھی بحال کیا جارہا ہے۔ تاہم جس طرح بعض جگہوں پر چھتیں بیٹھ گئی ہیں، کمرے رہنے کے قابل نہیں رہے، اُن کی ازسرِنو تعمیر کے لیے زرِ کثیر درکار ہے۔

نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم نے جو پالیسی اپنائی اور جس طرح امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بننے کا فیصلہ کیا، اس کے نتیجے میں ملک ایک عرصہ سے لاقانونیت، بدامنی اور بم دھماکوں کی زد میں ہے۔ ایسے حالات میں ماڈل ٹاؤن کے رہائشی علاقے میں اور قرآن اکیڈمی سے ملحق ایس آئی اے کے دفتر کی موجودگی روزِ اول سے تشویش اور خطرات کا باعث بنی ہوئی تھی۔ اس بات کا اندیشہ شدت سے ظاہر کیا جارہا تھا کہ ایس آئی اے دفتر کی اس علاقے میں موجودگی سے یہاں کی پُرسکون آبادی ''دہشت گردی'' کا شکار ہوسکتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کو آگاہ کیا جاتا رہا۔ ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کے صدر کو دوبار درخواستیں دی گئیں۔ جن میں اس دفتر کو آبادی سے باہر منتقل کرنے کی استدعا کی گئی۔ اِن میں ایک درخواست 13 مارچ 2008ء کو دی گئی جس کی ایک ایک کاپی اُس وقت کے گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل (ر) خالد مقبول، چیف سیکرٹری پنجاب اور ضلع ناظم میاں عامر محمود کو بھی بھیجی گئی۔ دوسری درخواست یکم جون 2009ء کو دی گئی۔ اور اس کی ایک ایک کاپی ضروری کارروائی کے لیے وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف، چیف سیکرٹری پنجاب اور آئی جی پولیس کو بھی ارسال کی گئی۔ ان درخواستوں میں کہا گیا کہ قرآن اکیڈمی K-36، ماڈل ٹاؤن سے ملحقہ پلاٹ میں کسی انٹیلی جنس ایجنسی کا دفتر ہے۔ جہاں دن رات پولیس کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔ بدقسمتی سے گزشتہ کئی سالوں سے ہمارا ملک پاکستان دہشت گردی کا نشانہ بنا ہوا اور دہشت گردوں کا ہدف عموماً سیکیورٹی فورسز اور پولیس والے ہوتے ہیں۔ ہمارے ادارے قرآن اکیڈمی اور مذکورہ انٹیلی جنس ایجنسی کے درمیان مشترکہ دیوار کے پیچھے ادارے کی رہائش گاہیں واقع ہیں جن میں کئی خاندان رہائش پذیر ہیں۔ اِس کے علاوہ طالب علموں کی بھی ایک بڑی تعداد یہاں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہر وقت موجود رہتی ہے۔ موجودہ ملکی حالات کے پیشِ نظر انٹیلی جنس ایجنسی کا دفتر خالصتاً رہائشی علاقہ میں ہونا، وہاں کے مکینوں کے لیے سخت خطرے کا باعث ہے۔ لہٰذا اپیل کی گئی کہ مذکورہ دفتر کو فوری طور پر یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے، تاکہ اہلیانِ علاقہ اور قرآن اکیڈمی میں رہائش پذیر خاندانوں اور طلبہ کی بے چینی کا خاتمہ ہوسکے۔ مگر افسوس کہ ہماری صدا صدا بصحرا ثابت ہوئی اور ان درخواستوں پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی، جس کے نتیجے میں بم دھماکہ میں ادارے کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔

دھماکہ کے فوراً بعد ملک اور بیرونِ ملک سے فون کالوں کا تانتا بندھ گیا۔ لوگ محترم ڈاکٹر صاحب اور اکیڈمی کے احباب کی خیریت دریافت کرتے رہے۔ وہ تمام احباب جنہوں نے ہمیں فون کئے، یا ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھا، ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دُعا ہے کہ ادارہ اور اُس کے کارکنان اور وابستگان کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھے، اور قرآن اکیڈمی پیغامِ قرآنی کی نشر و اشاعت کے جس مشن کی ادائیگی کے لیے کوشاں ہے، اس میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

'نائن الیون کمیشن ایک دھوکہ تھا!'

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد نعیم

نیویارک شہر کے آگ بجھانے والے عملے کا جوان حملوں کو دیکھ رہا تھا بیان ہے کہ ''ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان عمارتوں کے اندر بم رکھے گئے ہوں''۔ لوئی کا کچیولی نے جس کی عمر 51 سال ہے، جو نیویارک سٹی میں ہارلم میں انجن 47 پر تعینات تھا، بتایا کہ ''آخری ٹرپ پر ایک بم پھٹا، ہم سمجھتے ہیں کہ بلڈنگ کے اندر بم رکھے گئے تھے۔''

ایم ایس این بی سی کے رپورٹر رک فرینکس نے بھی یہ بتایا کہ پولیس کو ایک مشتبہ چیز مل گئی تھی ''ان کو تشویش ہوئی کہ یہ کوئی ایسی چیز ہوسکتی تھی جو دوسرے دھماکہ کا سبب بنے''۔ پولیس اہلکاروں کو یقین ہے کہ ان دھماکوں میں سے ایک دھماکہ اس گاڑی سے ہوا جو عمارت کے اندر کھڑی کی گئی تھی جس میں پھٹنے والے مادے کی موجودگی کا احتمال ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ان کو شک ہے کہ یا تو دھماکہ خیز مواد عمارت کے اندر موجود تھا اور یا بہرصورت ملحقہ علاقہ میں پڑا تھا۔''

نیویارک سٹی کے ایک دوسرے فائر فائٹر کا بیان ہے کہ جنوبی ٹاور کے دھماکہ کے ساتھ ہی بحث شروع ہوگئی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عمارت میں ممکنہ طور پر دھماکہ خیز مواد رکھا گیا ہے جس نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو آن لیا ہے۔

نیوسیم کی 2002ء میں لکھی گئی کتاب “Running Towards Danger Stories Behind the Breaking News of 9/11” میں وال سٹریٹ جرنل اخبار کے ایک رپورٹر کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ''میں نے دھاتی گرجدار آواز سنی، اوپر دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ فرش یکے بعد دیگرے نیچے سے اوپر کی طرف سلسلہ وار دھماکے سے اڑتے ہیں۔ میں نے خیال کیا یا اللہ اس سے تو یہ عمارت زمین بوس ہی ہوگی۔ اور وہ جو کوئی بھی تھے، انھوں نے باقاعدہ دھماکہ خیزی کے لیے چارجز رکھے تھے، جو اپنا کام کر گئے۔''

ٹریسا ویلیز ایک فیسلیٹی مینجر ہے، جو شمالی ٹاور میں ایک سافٹ ویئر کمپنی میں کام کر رہا تھا اُسے پورا یقین ہے کہ تمام جگہوں میں بم پلانٹ کئے گئے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ کنٹرول پینل پر باقاعدہ کوئی بیٹھا ہوا ہے جو ڈیٹونیٹر بٹن کو دباتا ہے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے اجارہ دار لیری سلورسٹین نے پی بی ایس کی ایک ڈاکومینٹری میں بتایا کہ بلڈنگ نمبر 7 کو 11 ستمبر کو کھینچا (pull) گیا۔ لفظ "Pulling" کنسٹرکشن انڈسٹری کی اصطلاح ہے جو ''ارادتاً گرانے کے عمل'' کے

لیے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ لفظ بعینہ ان معنوں میں پی بی ایس انٹرویو میں نائن الیون سے چھ ہفتے بعد استعمال کیا گیا۔ ڈیوڈ رے گریفن تین بڑے نتائج نکال کر یہ ثابت کرتا ہے کہ نائن الیون کے معاملہ میں امریکی حکومت پوری طرح ملوث تھی۔

(1) ملبہ کو فوری طور پر ہٹایا گیا اور کسی قسم کی عدالتی تحقیقات یا واقعہ کو جاننے کے لیے بات چیت کا کوئی سلسلہ شروع ہی نہیں کیا گیا۔ اس سے سرکار کے ملوث ہونے کی پوری نشاندہی ہوتی ہے۔

(2) صرف ورلڈ ٹریڈ سنٹر 7 کو گرانے کا عمل ہی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ انٹیلی جنس ایجنسیاں اس منصوبہ بندی میں پوری طرح شریک تھیں یا کم از کم ان کو پہلے سے اس کا پورا علم تھا۔

(3) کم از کم پینٹاگون کا اس معاملہ میں ملوث ہونا تو بہت حد تک یقینی ہو جاتا ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قانونی تقاضوں کے ہوتے ہوئے جہازوں کو انٹرسیپ کرنے کی ذمہ داری سے تغافل کیا گیا اور حملہ کو روکنے میں ناکامی ہوئی۔

بش انتظامیہ کا غیر معمولی ردعمل

پہاڑوں جیسے حقائق، چشم دید گواہوں کے بیانات اور تحقیقی رپورٹوں کو جن کی ایک جھلک اوپر دکھا دی گئی ہے، نظرانداز کر کے امریکی انتظامیہ نے اپنے نائن الیون کمیشن کے ذریعے یہ نتیجہ اخذ کرایا کہ اسامہ بن لادن اور اس کے ''دہشت گردوں'' نے ہی دو ہی جہازوں کے ذریعے تین عمارتوں کو گرایا۔ ایک طائرانہ نظر ہی اس حقیقت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے کہ دراصل کوئی حقیقی تحقیقات کرائی ہی نہیں گئیں بلکہ حکومت کے اہلکاروں کا رویہ یہ رہا کہ تحقیق کے لیے ہر کوشش کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کریں۔ اصول تو یہ ہے کہ تمام فوجداری مقدمات میں کنی کترانا، رکاوٹیں پیدا کرنا، شواہد کو موقع سے ہٹانا، ایسی چیزیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملزم خواہ مخواہ اس معاملہ میں جھوٹی شہادتیں پیش کر رہا ہے، تا کہ توجہات کو اصل سازش سے ہٹایا جاسکے۔

ابتدا ہی میں بش اور ڈک چینی دونوں نے امریکی کانگریس سے غیر روایتی طور پر یہ درخواست کی کہ نائن الیون کی تحقیقات کو صرف انٹیلی جنس کی ''ناکامی'' تک محدود رکھا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کانگریس کی طرف سے کسی بھی متعلقہ ایشو کی کوئی تحقیق ہی نہیں کی گئی ہے۔ امریکی انتظامیہ نے نائن الیون کمیشن کے قیام کی بھی مخالفت کی۔ پھر جب نائن الیون کے سانحے میں ہلاک ہونے والوں کی بیواؤں نے انتظامیہ پر دباؤ ڈالا تو فلپ ذیلی کاؤ کی سرکردگی میں نائن الیون کمیشن بنا دیا گیا۔ ذیلی کاؤ کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ انتظامیہ ہی کا آدمی ہے، جس نے 2001-2002 کے دوران صدر بش کی ٹرانزیشن ٹیم میں خدمات انجام دی ہیں۔ جب بش نے اقتدار سنبھالا تو اسے فارن انٹیلی جنس ایڈوائزری بورڈ کا ممبر بنا دیا۔ اس کے علاوہ اسے دیگر ٹاسک فورسز اور کمیشنوں میں بھی ذمہ داریاں دی جاتی رہیں۔ وہ کونڈا لیزا رائس کا پُرانا ساتھی بھی رہ چکا ہے۔

کمیشن کے تقرر کے بعد اسے بہت کم فنڈز مہیا کیے گئے۔ (یہ فنڈز مونیکا لیونسکی سکینڈل میں مہیا کردہ فنڈز کا عشر عشیر بھی نہیں)۔ اہم دستاویزات بھی فراہم نہیں کی گئیں۔ اونچے عہدوں پر فائز اہلکاروں کو قسم لے کر شہادت دینے سے انکار کرایا گیا۔ اس کی بھی اجازت نہیں دی گئی کہ بش اور ڈک چینی سے اکٹھے پوچھ گچھ کی جاسکے۔ اگرچہ آخر کار جارج ڈبلیو بش 29 اپریل 2004ء کو کمیشن کے سامنے پیش ہوئے، لیکن یہ پیشی مشروط تھی۔ بنیادی شرط یہ تھی کہ ڈک چینی بش کے ساتھ ہو، اور وہ بھی شہادت دے۔ پھر یہ کہ بیان پرائیوٹ طور پر دیا گیا اور وہ بھی بیان حلفی نہیں۔ کسی قسم کے پریس کوریج کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ اور جو کچھ بیان دیا گیا اس کی نہ تو ریکارڈنگ کرائی گئی اور نہ اس کی کوئی نقل لینے کی اجازت دی گئی۔ نائن الیون سے متاثرہ خاندانوں کے وکیل نے بیان دیا کہ بش نے نائن الیون کمیشن کو آزادانہ کام کرنے اور حقائق و واقعات سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

سب سے اہم بات یہ کہ نائن الیون کمیشن نے اصل میں ہر وہ شہادت لینے سے انکار کر دیا جو سرکاری کہانی کے برعکس ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں بہت سی مثالوں میں سے یہاں صرف دو کو پیش کیا جاتا ہے۔ نائن الیون کمیشن رپورٹ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی بلڈنگ نمبر 7 کے گرنے یا اس کے اندر کسی بھی قسم کے دھماکہ خیز مواد کا تذکرہ ہی نہیں کرتی (لفظ ''ایکسپلوژن'' رپورٹ میں ہے ہی نہیں)۔ کمیشن نے کسی بھی فائر فائٹرز کو آزادانہ طور پر پبلک کے سامنے شہادت دینے کی اجازت نہیں دی۔ حالانکہ یہ وقوعہ کے چشم دید گواہ تھے۔

بے شک نائن الیون کمیشن کے پہلے کمشنر میکس کلی لینڈ نے کمیشن سے نہایت بے زاری کے ساتھ استعفا دیا۔ جارجیا کے اس سابق سینیٹر نے اس پر شدید احتجاج کیے رکھا کہ انھیں وہائٹ ہاؤس کی دستاویزات تک رسائی کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ اس نے صاف بیان دیا ''بش امریکہ کو ------ آیئے کہ اس خرگوش کا اس کے بل تک پیچھا کریں۔'' کلی لینڈ نے ایک انٹرویو میں کہا ''انھوں نے جنگ شروع کرنے کا پلان بنایا تھا اور جب نائن الیون ہوا تو وہ جنگ میں کود پڑے''۔ اس نے اسے ایک قومی سکینڈل قرار دیا۔ کمیشن تو عوامی میڈیا راڈار پر بس ایک Blip ہی تھا۔ 'سالان' کے انٹرویو کے علاوہ کلی لینڈ کی ''بغاوت'' کو دو اہم اخبارات نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ میں محض سطحی کوریج دی گئی۔ خبروں کی اتنی بلیک آوٹ کی گئی کہ کمیشن کے طریق کار پر نظر رکھنے والے اس سے بھی بے خبر رہ گئے کہ آیا کلی لینڈ مستعفی ہو گئے ہیں یا اب بھی کام کر رہے ہیں۔

ڈیوڈ رے گریفن اپنی وقیع کتاب "The 9/11 Commission Report: Omissions And Distortions" میں لکھتا ہے: نائن الیون کمیشن ایک دھوکہ تھا''۔ ڈیوڈ رے گریفن کے مستند اور قابل اعتماد ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے متعلق پرنسٹن سے تعلق رکھنے والے قانون کے پروفیسر رچڑ فاک کا کہنا ہے کہ ''رے گریفن کا اتنا ہی قابل اعتبار ہے، جتنا کہ "Pultizar" کا انعام یافتہ رپورٹر سیمور ہرش ہے۔ رے گرفن اس حوالے سے پہلے درجے کا مصنف ہے، جو عوام سے متعلق ہر قسم کے ضروری اور حقائق پر مبنی واقعات کو من وعن اور بلاکم وکاست رپورٹ کرتا ہے، خواہ ایسا کرنا لوگوں کو کتنا ہی ناگوار محسوس ہو۔'' (جاری ہے)

بقیہ: اسلام کے قانون تعدد ازدواج ...

ہے۔ ہاں اُس نے بغیر نکاح کے کسی عورت سے ناجائز تعلقات قائم رکھنے سے سختی سے منع کیا ہے اور اس ممانعت کی خلاف ورزی کرنے پر سخت سزا مقرر کی ہے۔

یاد رہے کہ شریعت کے کسی حکم کے بارے میں ضروری نہیں کہ اس کی حکمت ہمیں پوری طرح سمجھ میں آجائے۔ ہم صرف قیاس کر سکتے ہیں کہ شاید فلاں حکم میں یہ مصلحت ہے اور وہ اس لیے نازل ہوا۔ حتمی طور پر اگر کوئی وجہ بتائی جا سکتی ہے تو صرف وہ ہے جس کو خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم پر آشکارا کر دیا ہے۔ اسی طرح اسلام نے ہمیں چار بیویوں سے شادی کرنے کی جو اجازت دی ہے، اس کی اصل حکمت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ہم اس کے دیے ہوئے تمام احکامات کو بلاچون وچرا تسلیم کرنے کے پابند ہیں، چاہے اُن کی حکمت معلوم ہو، یا نہ ہو۔

اسلام کے قانون تعدّدِ ازدواج سے بغاوت

حافظ محمد مشتاق ربانی

پنجاب اسمبلی کی خاتون رکن ثمینہ خاور نے مردوں کی دوسری شادی کی بات کیا کردی کہ ہنگامہ کھڑا ہوگیا ہے۔ مغربی افکار کے فریم ورک میں ڈھلے ذہن کلبلانے لگے، اور زبانیں شعلے اگلنے لگی ہیں۔ ثمینہ خاور نے تو ایک سادہ سی بات کہی ہے، مگر اُن پر وہ لعن طعن ہورہی ہے کہ خدا کی پناہ۔ گویا انہوں نے بہت بڑا جرم کردیا یا اعلانِ بغاوت کردیا ہو۔

ہم کیسے مسلمان ہیں جو اسلام کے تعدد ازدواج اور تحدیدِ ازدواج کے قانون کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں اور اسے ناانصافی گردانتے ہیں، حالانکہ قرآن حکیم واضح کرتا ہے کہ جب کسی معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ آجائے تو اس کے بعد اس معاملہ میں ایک مسلمان کے لیے اپنی رائے دینے کا اختیار ہی نہیں رہتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶﴾ (الاحزاب)

”کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کسی معاملے میں فیصلہ کردیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔“

دراصل اہلِ مغرب نے اسلام کے قانون تعدّدِ ازدواج کو سب سے زیادہ ہدفِ تنقید بنایا ہے اور اس مسئلہ کی وجہ سے اسلام کو مردوں کی اجارہ داری اور عورتوں کے تئیں ظلم وزیادتی والا مذہب قرار دیا۔ مغرب کی مرعوبیت کی وجہ سے ہم بھی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کو عورتوں پر ظلم وزیادتی سے تعبیر کرنے اور اسے ان کے حق میں ناانصافی خیال کرنے لگے۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کثرتِ ازدواج ایک نہایت قدیم انسانی تہذیبی عمل ہے اور اسلام کا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے کثرتِ ازدواج سے اسے روکا اور تعدد ازدواج کی حد مقرر کردی۔ اور ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی بھی تو عدل قائم رکھنے کی شرط پر۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳﴾ (النساء)

”اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں، انہیں نکاح میں لاؤ دو دو، تین تین، چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ تم ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے پر ان میں عدل نہیں رکھ سکتے ہو تو ایک ہی کرو، یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔“

یہ آیت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی۔ جس کا شانِ نزول یہ ہے کہ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوگئے، جس سے مدینہ میں ستر مسلمان گھرانے مردوں سے خالی ہوگئے۔ اس کے نتیجے میں یہ صورتِ حال پیدا ہوگئی کہ بہت سی عورتیں بیوہ ہوگئیں اور بہت سے بچے یتیم ہوگئے۔ اب اس مسئلہ کے حل کے لیے قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرسکتے ہیں۔ اسی بات سے ملتی جلتی بات اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن میں سورۃ النساء کی تفسیر کے آغاز میں لکھی ہے:

”ہمیں معلوم ہے کہ وراثت کی تقسیم اور یتیموں کے حقوق کے متعلق ہدایات جنگ احد کے بعد نازل ہوئیں تھیں جب کہ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہو گئے تھے اور مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں اس حادثے کی وجہ سے بہت سے گھروں میں سوال یہ پیدا ہوگیا تھا کہ شہداء کی میراث کس طرح تقسیم کی جائے اور جو یتیم بچے انہوں نے چھوڑے ہیں، ان کے مفاد کا تحفظ کیسے ہو۔ اس بنا پر ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ ابتدائی چار رکوع اور پانچویں رکوع کی پہلی تین آیتیں اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہوں گی۔“

لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اس شانِ نزول کی بناء پر ہم اس بات کو مقید نہیں کرسکتے کہ جب بھی کوئی جنگ کی صورت پیدا ہوگی جس میں کئی مرد قتل ہوجائیں تو باقی مردوں کو اجازت ہوگی کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرسکتے ہیں۔ نہیں! ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دائمی قانون ہے کہ ایک مرد چار عورتوں سے بیک وقت شادی کرسکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ اپنی سب بیویوں کے ساتھ عدل ومساوات کا یکساں رویہ رکھے۔ اس شرط کو سورۃ النساء کی متذکرہ آیت میں ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ کا ذکر کرکے خاص طور پر بتایا گیا ہے کہ مرد جو ایک سے زائد عورتوں سے شادی کا خواہشمند ہے، اسے ان سے شادی کرنے سے قبل سوچنا چاہیے کہ آیا وہ ان میں ہر لحاظ سے عدل کرسکے گا یا نہیں۔ اگر وہ سمجھے کہ ان کے مابین عدل و مساوات کرسکے گا تو پھر ہی اسے دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کرنے میں مکمل اختیار حاصل ہے ورنہ اُسے ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

شریعت نے بیک وقت ایک زائد چار عورتوں تک سے شادی کرنے کو مرد کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ اصول یہی ہے۔ تاہم جہاں تک اس کے عملی پہلو کا تعلق ہے تو ایسا بہت کم دکھائی دے گا۔ ایسے مسلمان بہت کم ہوں گے جنہوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کر رکھی ہوں۔ دوسری طرف مغرب میں صرف ایک بیوی رکھنے کی اجازت ہے، لیکن مغرب میں ایسے مرد بہت کم ہیں جو صرف ایک بیوی تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام نے فطرت انسانی کو مدنظر رکھ کر ایک بیوی کی پابندی عائد نہیں کی بلکہ چار بیویوں تک عدل کی شرط کے ساتھ اجازت دی

(باقی صفحہ 14 پر)

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

روداد سالانہ اجلاس انجمن خدام القرآن (سندھ) کراچی

10 جنوری 2010 کو انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کا 23 واں سالانہ اجلاس فاران کلب انٹرنیشنل میں منعقد کیا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب اس پروگرام کو عوامی شکل دی گئی۔ جس کے نتیجے میں پروگرام میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کا مقصد یہ تھا کہ انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کو عوام الناس میں متعارف کروایا جائے، اس کی سرگرمیوں اور اس کے تحت چلنے والے اداروں سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو انجمن کی رکنیت کی طرف راغب کر کے انہیں انجمن کی طرف سے کی جانے والی دین کی خدمات میں شمولیت کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس پروگرام میں شرکت کے لیے بانیٔ تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب باوجود پیرانہ سالی کے، خصوصی طور پر لاہور سے کراچی تشریف لائے تھے۔

پروگرام کا آغاز صبح دس بجے تلاوتِ قرآن سے ہوا۔ تلاوتِ قرآن کے بعد ایک نوجوان نے ''قرآن کی فریاد'' کے عنوان سے نظم پڑھ کر حاضرین کو قرآن مجید کے حقوق سے غفلت کی طرف متوجہ کیا۔ اس کے بعد پروگرام کے میزبان جناب شجاع الدین شیخ نے مولانا محمد اسلم شیخوپوری کو دعوتِ خطاب دی۔ مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب اپنی پُرخلوص دینی خدمات کے باعث کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن کی تعلیمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کے لیے راہِ عمل متعین کر دی ہے اور اسے ہر دور میں ہمارے لیے راہ نمائی کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ ہم ذرا قرآن کو سمجھیں تو قرآن آج بھی ہم سے مخاطب ہے۔ شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم کو ناپ تول اور عہدو پیمان میں بے اعتدالیوں پر منع کرتے ہیں تو ہمیں قرآن پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ یہ تاکید ہمیں کی جاری ہے اور ہم اگر باز نہ آئے تو اللہ کا عذاب ہم پر بھی نازل ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد اسلم شیخوپوری نے انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کی خدماتِ قرآنی کو سراہا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ محترم مہمان نے کہا کہ انجمن اور تنظیم کے ساتھ خدماتِ قرآنی کے حوالے سے اُن کا ہر ممکن تعاون آئندہ بھی جاری رہے گا۔

الحمد للہ پچھلے سال کراچی میں انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کی جانب سے 15 واں ایک سالہ کورس مکمل ہوا تھا۔ اس کورس میں کامیاب ہونے والوں میں اسناد کی تقسیم صدر مجلس، فاران کلب کے روحِ رواں جناب عبدالرحمٰن چھاپرا کے دست مبارک سے انجام پائی۔ پچھلے چند مہینوں سے کوشش کی جا رہی تھی کہ منتخب نصاب کے دروس جو کتابچوں کی شکل میں موجود ہیں، انہیں مجتمع کر کے کتابی شکل دے دی جائے۔ جناب عبدالرزاق کوڈاوی، جناب محمد اویس پاشا اور ان کے ساتھیوں کی شبانہ روز مخلصانہ کاوشوں سے اس منصوبے کا ایک حصہ مکمل ہوا اور منتخب نصاب کے تین حصوں کے دروس پر مشتمل ایک کتاب شائع ہو گئی۔ محترم عبدالرزاق کوڈاوی نے اس کتاب کا تعارف کروایا اور مہمانانِ گرامی کو یہ کتاب تحفتہً پیش کی۔

صدر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی جناب اعجاز لطیف نے انجمن کی سرگرمیوں کا تعارف حاضرین کے سامنے رکھا اور ان سرگرمیوں کا مقصد واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہم اصلاً علمِ قرآن اور فہمِ قرآن کو عام کر کے عوام الناس کی خیر خواہی چاہتے ہیں، تاکہ اُن کی اُخروی کامیابی کے حصول میں معاون بن سکیں۔ اس مقصد کے لیے جو بھی ہمارا ساتھ دینا اور ہمارے ساتھ چلنا چاہتا ہو، ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس موقع پر انجمن خدام القرآن سندھ کی جانب سے اس کے مراکز اور جاری منصوبوں کی تفصیلات کے ساتھ انجمن کی رکنیت فارم پر مشتمل ایک بروشر بھی حاضرین میں تقسیم کیا گیا اس سے استفادہ کرتے ہوئے 64 شرکاء نے انجمن خدام القرآن کی رکنیت حاصل کی۔

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب خصوصاً اس پروگرام میں شرکت کے لیے لاہور سے کراچی تشریف لائے تھے۔ اسی صبح ناتوانی کی وجہ سے گر گئے تھے جس کی وجہ سے ان کے ٹخنے پر چوٹ لگی تھی اور اُن کے لیے کھڑا ہونا ناممکن ہو گیا۔ اس کے باوجود ان کی شدید خواہش تھی کہ چاہے انہیں وہیل چیئر پر لے جایا جائے، وہ اس پرگرام میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی مجموعی حالت کے پیشِ نظر معالجین نے انہیں اس کی اجازت نہ دی۔ بعد ازاں ایکسرے سے ظاہر ہوا کہ اُن کے ٹخنے پر فریکچر ہے۔ اس ہنگامی صورتِ حال کے پیشِ نظر اُن کے خطاب کے طے شدہ موضوع ''قرآن سے تعلق ہی ہمیں مکمل تباہی سے بچا سکتا ہے'' پر انجینئر نوید احمد نے گفتگو کی۔ انجینئر نوید احمد نے دورانِ خطاب فرمایا کہ ایک وقت تھا جب قرآن سے تعلق اور اس کی تعلیمات و احکامات پر عمل کے باعث مسلمانوں نے دنیا پر حکمرانی کی اور تمام غیر مسلم قومیں مسلمانوں کی محکوم رہیں۔ بعد ازاں ہم قرآن سے دوری اختیار کرتے اور اس کے احکامات پر عمل نہ کرنے کی روش اختیار کرتے گئے۔ ہمارے اس طرزِ عمل کی وجہ سے ہمیں اللہ نے دنیا کی حکمرانی اور بالادستی سے محروم کر کے ذلت و محرومی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ اس صورتِ حال میں ہمارے پاس مکمل تباہی سے بچنے اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کے لیے ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اُس کی رسی (قرآن) سے مضبوط تعلق قائم کریں۔ بصورتِ دیگر تاریخ شاہد ہے کہ وہ قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں جنہوں نے اللہ کی تعلیمات پر عمل نہیں کیا اور ان سے منہ موڑے رکھا۔

یہ پروگرام صبح دس بجے سے دوپہر ایک بجے تک جاری رہا۔ انجینئر حافظ نوید احمد صاحب کی دعا پر یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ (مرتب: محمد یوسف صدیقی)

میرپور آزاد کشمیر میں خصوصی دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر کے ناظم دعوت فیاض اختر میاں کی کوششوں سے 26 فروری 2010ء کو کشمیر پریس کلب میرپور میں بعد از نماز مغرب ایک خصوصی دعوتی پروگرام ہوا۔ جس میں ناظم تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی محترم خالد محمود عباسی نے دجال اور فتنہ دجالیت کے عنوان سے مدلل خطاب کیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں فرمایا کہ احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ کا علم حاصل کرنے، اس پر عمل پیرا ہونے اور قرآن و سنت کا پیغام عام کرنے میں ہماری نجات ہے۔ یہ انسانیت کے لیے عالمگیر پیغام ربانی ہے، جو عالمی امن کا علمبردار ہے۔ اسی کے دامن میں پناہ لیں گے تو کامیابی ممکن ہے۔ آج دجالیت ظلم، کفر، بے حیائی اور دیگر مختلف صورتوں میں انسانوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ محترم خالد محمود صاحب نے آیات قرآنی و احادیث نبویؐ اور سیرت طیبہ سے مثالیں دے کر وضاحت کی کہ اس فتنہ نے ایک جاذب نظر تہذیب کی صورت اختیار کی ہوئی ہے۔ اس سے بچنے کا نسخۂ کیمیا قرآن و سنت کو اپنانا اور دوسروں کو بھی علم و عمل کی دعوت دینا ہے، خود active ہو کر دوسروں کو activate کرنا ہے۔ passive رہنے کی صورت میں ہم اس فتنے سے نہیں بچ سکتے۔ ہم نے اپنے آپ کو بھی ٹھیک رکھنا ہے، لیکن جب ظلمت اور تاریکی کی آندھیاں چل رہی ہوں، تو ان سے بچنے اور ان کا رُخ موڑنے کے لیے سارے معاشرے کا رُخ بھی بدلنا ہوگا۔ تبھی بچ سکیں گے ورنہ ہم طوفان کی نذر ہو جائیں گے۔ یہ پروگرام ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ اس پروگرام میں تقریباً ایک سو دس افراد شریک تھے۔ تمام مکاتب فکر نے اسے پسند کیا۔

(رپورٹ: غلام سلطان)

(505 A.H.), author of *Ihya Ulum al-Deen*, wrote about government influence over economic growth. Abu Bakr al-Kasani (587 A.H.) did an analysis of profit and loss in partnership trading, according to the Quran and the Sunnah. Many other known scholars taught that agriculture was more important than trading and that therefore these things should also be considered in taxation directives.

Even Orientalists agree that Ibn Taymiyyah (728 A.H.) and Ibn Khaldun (808 A.H.), who lived in the 13^{th} and 14^{th} centuries respectively, are the greatest intellectuals to have handled the theories and practice of financial transactions in Islam. Ibn Taymiyyah through his various *fatawa* elucidated how the Quranic commandment "O you who believe! Eat not up your property among yourselves unjustly except it be a trade amongst you, by mutual consent." [4:29] could be made practicable in the market system of the 14^{th} century. Ibn Khaldun, author of the *Muqaddimah*, or Prolegomena, praised as the greatest work on philosophic history by British historian Arnold Toynbee, is the person most eligible to be called the father of economics, according to I. M. Oweiss, in his aptly titled *Ibn Khaldun: The Father of Economics*. Ibn Khaldun deals with a wide range of economic problems like price indexing, supply and demand of commodities, employment distribution, production, distribution and disbursement of wealth, wealth and the creation of private assets and economic growth, international commerce, population, public financial affairs, taxation systems, conditions required for agricultural growth, industries, employment and financial liabilities of administrators. It becomes evident from the narratives of the *Muqaddimah* how much importance the Muslim world attached to transparency in financial transactions, exploitation-free commerce, honesty in trade, and decent service-remuneration systems.

(*Courtesy: Al-Jumuah*)

تنظیمی اطلاع

حلقہ لاہور ڈویژن کی مقامی تنظیم شرقی لاہور کی تقسیم اور تقرر امراء

مرکزی عاملہ کے ایک سابقہ اجلاس میں امیر محترم نے حلقہ لاہور ڈویژن کی مقامی تنظیم شرقی لاہور کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ان تنظیم میں امراء کے تقرر کے لیے امیر حلقہ کی جانب سے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 25 ،فروری 2010ء میں مشورہ کے بعد ان تنظیم کے لیے درج ذیل مقامی امراء کے تقرر کا فیصلہ فرمایا:۔

i۔ شرقی لاہور: محمد عرفان طاہر

ii۔ واپڈا ٹاؤن: فاروق احمد

iii۔ جوہر ٹاؤن: نعیم غفور شیخ

ضرورت رشتہ

- نوجوان، عمر 29 سال، تعلیم بی ٹیک مکینیکل، ملازمت اٹامک انرجی، کے لیے راولپنڈی، اسلام آباد، واہ کینٹ سے دینی مزاج کی حامل پڑھی لکھی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔شام چار بجے کے بعد رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0323-9830680 / 0322-5213876

دعائے مغفرت کی اپیل

- امیر تنظیم اسلامی گوجرانوالہ شہر خورشید نبی نور کے ماموں انتقال کر گئے
- پھالیہ حلقہ گوجرانوالہ کے رفیق رؤف قیصر کی والدہ وفات پا گئیں
- گوجرانوالہ کے رفیق ڈاکٹر ظفر اللہ خان کے والد وفات پا گئے
- ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رفیق تنظیم باؤ عبد السلام انتقال کر گئے
- ناظم بیت المال حلقہ لاہور محمد بن عبد الرشید رحمانی کی خوشدامن وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی سکھر کے ملتزم رفیق عرفان طارق کے والد وفات پا گئے
- امیر تنظیم اسلامی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی خوشدامن انتقال کر گئیں
- نقیب اسرہ ٹاؤن شپ لاہور محمود احمد کی والدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور کے رفیق وقاص مختار کے والد وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور کے رفیق شیخ محمد طارق کی والدہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء و احباب سے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

i. All economic practices and instruments were to meet the test of being, first and foremost, simultaneously good for the common human being, the human community as a whole, and the earth upon which they lived.

ii. Every transactional method must equate with moral refinement, understood as obeying God, valuing the individual, and enriching the poor.

iii. All means of financial and economic exploitation were treason, a betrayal of God, the individual, the society, and the commonweal of man.

Based upon these principles, Muslim philosophers developed solutions to inevitable economic complexities and specified instructions to ensure compliance with ethical economics in the light of the Quran and prophetic tradition. Lawry says plainly what Muslims have long known, that economists can no longer ignore the fact that it was these stalwart Muslim intellectuals who taught the world how to run decent trade relationships based on universal, moral codes of commerce.

EARLY MUSLIM CONTRIBUTIONS

> "O you who believe! You shall not consume one another's wealth by false means. But, rather, let there be trade with consent among yourselves. And you shall not kill one another (meaning here in pursuit of wealth). Indeed, God is ever merciful." [4:29]

This Quranic commandment clearly and accurately underpins the moral bases upon which financial transactions should be conducted. Prophet Muhammad *sallallahu alayhe wa sallam* underscored these principles in his instruction that trade had to simultaneously satisfy both seller and buyer to be lawful, and that this same principle of mutual approval and contentment is what validates employee-employer relationships.

From the 8th to the 13th century, it was the international trade of Muslims, based on the ethics of the Quran and prophetic tradition that taught the world how to structure fair business deals across cultures and geography while keeping all the individuals in the transaction chain consensually free. Calling it the Medieval Green Revolution, scholars like John Hobson hold the evolution of Muslim business transactions to be the first true globalization of trade, though unlike today's global dealings, it put local trade and individual grower, craftsman, and merchant at the heart of the new prosperity.

Right from the primary generations after the Prophet *sallallahu alayhe wa sallam* there lived intellectuals who, in the light of basic principles, defined changes in economic conditions related to the growth of the society. They also explained how Islamic laws should be put to practice in such circumstances. Among of these initial attempts are the economic *fatawa* (legal rulings) of Zaid Ibn Ali (122 A.H.). The best of the economic analysis carried out during the time of the second generation, are the *fatawa* of Imam Abu Hanifah (150 A.H.), who scrutinized the complications related to the so-called "*as-Salam*" transactions of selling commodities on a pre-defined date and price based on a contract made earlier. In light of revelation, he drew out and clarified conditions for exploitation-free *As-Salam* transactions. The *fatawa* of his contemporary Imam Abdul Rahman Al-Ousai (156 A.H.) regarding laws of collective farming and protocol for partnership trading are also well known.

Imams Malik (179 A.H.), ash-Shafi`i (204 A.H.), and Ahmad Ibn Hanbal were all great scholars who analyzed the financial problems of their times and gave religious instructions in the light of the revealed Texts. The extensive letter that Hanafi scholar Abu Yusuf (182 A.H.) wrote to the Caliph Haroon al-Rasheed about agricultural relationships and taxation systems known as *Kitab al-Kharaj*, itself became one of the major texts analyzing economics from an Islamic perspective.

Other scholars of the early years contributed to Islamic economics. For example, Muhammad Ibn Hassan ash-Shaybani (189 A.H.) wrote about household income and expenditure. Yahya Ibn Adam al-Kharashi (200 A.H.) analyzed laws related to the public economic sector. Al-Qasim Ibn Salam (224 A.H.) wrote *Kitab al-Amwal* as an examination of socio-economic affairs and Islamic law. Abul Hasan al-Mawardi (450 A.H.), author of *Al-Ahkam as-Sultaniyyah* wrote about market laws, agriculture, taxation, and the responsibilities of administrators in these sectors. Abu Muhammad Ibn Hasam assessed financial affairs to agricultural land. Nizam al-Mulk (485 A.H.) researched real estate transaction systems in the light of the revealed Texts. Imam al-Ghazali

M.M. Akbar

HOW ISLAM CREATED A GOLDEN ERA OF WORLD FINANCE

MORALITY: THE VISIBLE HAND OF THE MARKET

In his book *History of Economic Analysis*, Joseph Schumpeter says that as far as economics is concerned the Middle Ages were desiccated and infertile. This is convincing, if you still believe in the myth that the wizards of European Enlightenment magically and single-handedly resurrected the dead science of philosophy, the empirical method, and all the arts from their ancient Greco-Roman crypts. The true story is that western historians of economics, much like their counterparts working on (or is working over?) other branches of knowledge, systematically buried one little fact: The study of economics, like virtually every other area of scholarship, had its greatest advances in that seminally creative and superlatively human millennium, now reflexively dismissed as sterile.

This learning promptly inspired leaps of real economic growth in the world. But, surprise, surprise: Underlying it all was not a deregulation of revealed beliefs in favor of a natural balance of self-indulgence --- the solution constantly being preached at us --- but rather a systematic universalizing of monotheistic principles of ethical economics that profit the common man. It is the human connection with its religious conscience, and not unrepentant materialism unleashed, that ushered in this golden era of local gain and growth from a new global compact of finance and trade. It is a material achievement the world has yet to repeat --- and for obvious reason. This period of unparalleled increase and relative international peace coincides perfectly with the moral leadership of Islam and Muslims in the world, and the containment of the Dark Age distortions of religion in Europe.

The correlation of the ascendance of Islam, a morally driven world economy, and the prosperity of the far-flung, culturally and religiously diverse localities that participated in it makes perfect sense. The proliferation of trade and fair spread of wealth (like the other arenas of life) absolutely require the moral refinement of man, a civility directly linked to a shared religious consciousness of principles in which all people can believe, be secure in, and benefit from. Thus at the core of this era of surplus resides divine revelation, the Quran and the Sunnah, or way of the Prophet Muhammad, *sallallahu alayhe wa sallam*. The first speaks explicitly to the moral imperative of money. The latter details the kinds of transactions that institutionalize economic injustice. Being just in business, therefore, became an essential part of belief, as did shunning participation in its excessive forms. This means that economics became part, not only of sacred knowledge, but of spiritual practice. This made Muslim, at the level of their economies, both engines of economic justice (they were profoundly engaged in examining economic arrangements and instruments, which made them incredibly financially creative), and also formidable bulwarks against the spread of economic oppression (local economics and cultures never lost their productive autonomy). This made local growers, craftsmen, and merchants always able to insist on or prohibit certain ways of dealing, giving them first-line responsibility for how they made their profits, and guaranteeing them the immediate power not to participate, even inadvertently, in victimizing others by unfair transactions, or to cooperate in creating veiled systems of slavery.

Underlying these Godly economics is a single, immutable standard: No financial transaction must *ever*, under any circumstances, be allowed to lead to exploitation. S. Todd Lawry, professor of economics at Washington University, has studied the economy of Arabia at the time of the Prophet *sallallahu alayhe wa sallam* and shown that a robust and transparent financial system existed there, based on the light of the Noble Quran and the Prophetic traditions. The title of his important work *Medieval Islamic Economic Thought: Filling the Great Gap in European Economics* puts this in rare and clear perspective. In it he explains that for centuries the Islamic economic code served as the core of a just system of international transactions anchored in three principles: